احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد 20 شمارہ 7 جولائی ۱۴۲۷ھ جمادی الثانی 2006ء

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

حسن ترتیب

www.minhaj.info Info@minhaj.info

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01-39، حبیب بینک منہاج القرآن برانچ 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان فون UAN: 111-140-140 فیکس 5168184

قیمت فی شمارہ: 15 روپے
سالانہ زرتعاون: 150 روپے

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ اور افریقہ 15 امریکی ڈالر سالانہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 20 امریکی ڈالر سالانہ

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

طابع: میاں مظفر احمد، ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز، ادارہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

ہے قلم تیرا حمد تیری ہے
کونسی چیز ہے جو میری ہے

ذرے ذرے کے لب پہ صبح و مسا
ذکر تیرا ہے بات تیری ہے

معرفت اپنی، عشق دے اپنا
حُبِّ اغیار ہیراپھیری ہے

امتحان میں بھی تو ہی ڈالتا ہے
سرخرو کرنا تُو بھی تیری ہے

تیرے محبوب کی، مرے مولا
آج امت غموں نے گھیری ہے

کاٹ دے گا مگر کرم تیرا
رات گرچہ بہت اندھیری ہے

کردے پُرنور، نورِ ایماں سے
صابری،وسوسوں کی ڈھیری ہے

(محمد علی صابری)

نعتیہ قطعات

(درودوسلام)

اللہ ہے صلوٰۃ خواں اپنے حبیبؐ کا
شامل ہیں اس کے ساتھ اس کے سب ملائکہ
اظہار کبریا سے درودوسلام کے
مقصود ہے بس عظمت و توقیر مصطفیٰؐ

معنی سمجھ یہ آیا خدا کے درود کا
ذکر اپنا ہے ملایا ذکر مصطفیٰؐ کے ساتھ
دونوں میں دوئی کا نہ رہا شائبہ کوئی
حق نے کہا حبیبؐ کا ہے ہاتھ میرا ہاتھ

ہو جاننا تو یہ پوچھو حدیث و قرآں سے
درودِپاک کی کیا عظمت و فضیلت ہے
درود سر بہ سر توصیف ہے پیمبرؐ کی
ثنائے مصطفیٰؐ ہی کی یہ ایک صورت ہے

وظیفہ سب سے بڑا بارگاہِ حق میں قبول
مدام مصطفیٰؐ پہ ہے درود اور سلام
درود ذاتِ پیمبرؐ پہ ہے وہ اجر عظیم
کہ جس سے ہوتی ہے حاصل رضائے ربِّ انام

صلوٰۃ خواں پہ ہوتی ہیں رحمتیں نازل
سلام خواں کو آقاؐ جواب دیتے ہیں
نہیں ہے اجر کا کوئی حساب و اندازہ
وہ اپنے امتی کو بے حساب دیتے ہیں

(ضیاء نیر)

دنیا سے بے رغبتی۔۔۔ قربِ الٰہی کا ذریعہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف (منہاجین)

اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔

مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الدُّنۡیَا وَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الۡاٰخِرَۃَ. (آل عمران: ۱۵۲)

''تم میں سے کچھ وہ ہیں جو دنیا کے طالب ہیں اور تم ہی میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو آخرت کے طالب ہیں''۔

اللہ تعالٰی نے اس آیت مبارکہ میں بنیادی طور پر اپنے بندوں کی دو قسمیں گنوائی ہیں:

۱۔ طالبان دنیا ۲۔ طالبان آخرت

ایک اور آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت اپنے بندوں کی اور قسم کا ذکر اس طرح فرمایا:

وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ.

''اور کچھ تم میں سے ایسے بھی ہیں جو جان و مال، رزق، توانائی، آرام، صلاحیتیں، اور میری دی ہوئی ساری نعمتیں اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں۔''

ان کا خرچ کرنا نہ دنیا کے لئے ہے اور نہ ہی آخرت کے لئے بلکہ ان کے پیش نظر صرف اللہ ہی کا چہرہ اور رضا ہوتی ہے۔ گویا اللہ تعالٰی نے قرآن پاک میں بندوں کے تین طبقات کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ طالبان دنیا ۲۔ طالبان آخرت ۳۔ طالبان مولا

اللہ رب العزت نے قرآن میں جا بجا ہمیں متوجہ کیا اور خواب غفلت میں پڑے ہوئے طلب و حرص دنیا کی ہلاکتوں میں پڑے ہوئے لوگوں کو جھنجھوڑا۔ ارشاد فرمایا:

کَلَّا بَلۡ تُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ. وَ تَذَرُوۡنَ الۡاٰخِرَةَ. (القیامہ: ۲۱،۲۰)

''حقیقت یہ ہے (اے کفار) تم جلد ملنے والی (دنیا) کو محبوب رکھتے ہو اور تم آخرت کو چھوڑتے ہو''

تم اس دنیا کو ترجیح دیتے ہو اس لئے کہ دنیا کی غرض، مفاد اور چاہت تمہیں آنکھوں کے سامنے نظر آتی ہے اور بہت جلد مل جاتی ہے، جلد مل جانے والی شے کے پیچھے پڑتے ہو اور جو بڑی حقیقت اور بعد میں آنے والی چیز ہے، اس کو نظر انداز کر دیتے ہو، دنیا اور آخرت میں فرق نہیں کرتے۔۔۔ اغراض کی فوری تکمیل، دنیا کی راحت، جھوٹی عزت، نام و نمود، آرام و آرائش، لذتوں، شہوتوں اور خواہشوں کے حصول کے لئے وہ چیزیں جو تمہارے نفس کو لبھاتی، دلوں کو بہلاتی اور تمہاری آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہیں تم ان میں اتنے کھو جاتے ہو کہ وہ آخرت جو اس سے کہیں بالا لذتوں، راحتوں اور چاہتوں کی جگہ ہے دور ہونے کی بناء پر اسکو ٹھکرا دیا ہے اور اس ذلیل، کمینی، گھٹیا دنیا کو جس میں کوئی خیر نہیں

اس کے تم پجاری بن گئے ہو۔ارشادفرمایا:

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُالْاٰخِرَةَ.(الانفال:٦٧)

''تم لوگ دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ آخرت کی (بھلائی) چاہتا ہے''

گویا اللہ فرما رہا ہے کہ تم اس دنیا کا نفع تلاش کرتے ہو میں تمہارے لئے آخرت کا نفع تلاش کرتا ہوں۔۔۔تم اس دنیا کے نفع کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہو اور میں تمہارے لئے آخرت کے نفع کا ارادہ رکھتا ہوں کہ بڑا عطا کروں۔

اس دنیا کے مال و زر، نام ونمود، جھوٹی جاہ وشہرت کا لالچ ہمیں کھائے جارہا ہے۔۔۔اس نے ہمیں مولا سے دور کردیا اور ہمیں مرنا بھلادیا۔ قیامت کے دن ان سے رب فرمائے گا تم دنیا میں ہمیں بھول گئے تھے آج ہم تمہیں بھول گئے۔ دنیا نے یہ سب کچھ بھلادیا ہم اس دنیا میں اندھے ہوچکے ہیں کھوگئے، فنا ہوگئے ہیں برباد ہوگئے، ہلاک ہوگئے۔۔۔ دنیا ہمارا قبلہ وکعبہ بن گئی ہے۔

اس نفسانفسی کے عالم میں ہمیں ''زہد'' کو اختیار کرنا ہوگا۔ زہد کا مطلب ہے دل کا دنیا سے بے رغبت اور لاتعلق ہوجانا، اس دنیا کے حرص، مال و زر کے لالچ، دنیا کی طلب، چاہت محبت کو جڑ سے اکھاڑ کر دل سے نکال دیا جائے۔۔۔دل، دنیا سے منہ موڑ لے۔۔۔اور رب سے رشتہ جوڑ لے۔۔۔ یہی زہد ہے۔

دنیا کو اختیار کرنا سراسر نقصان کا سودا ہے کیونکہ یہ دنیا چار دن کا کھیل ہے۔۔۔جبکہ آخرت کا سودا دائمی راحت ہے۔۔۔اب یہ انسان پر منحصر ہے کہ وہ چار دن کے سودے کے پیچھے جاتا ہے یا دائمی راحت وقربت کے سودے کو اختیار کرتا ہے۔۔۔

دنیا قرار کی جگہ نہیں تمہیں قرار کہاں سے ملے؟۔۔۔ یہ دنیا راحت کی جگہ نہیں تمہیں سکون کیسے ملے؟۔۔۔ یہ دنیا حقیقی آرام کی جگہ نہیں تمہارا اضطراب ختم کیسے ہو؟۔۔۔ چین اور قرار کے طالبو! حرص دنیا کو ٹھکرا دو اور اللہ کی طرف دیکھو۔۔قرار کا چشمہ آخرت ہے، آخرت سے محبت کرو تو چین وقرار مل جائے گا۔۔۔ پھر اس دنیا میں سکون کی نیند آئے گی۔۔۔ مضطرب روحوں کو قرار آئے گا اور آخرت کا قرار اسی دنیا میں سکون و اطمینان کا چشمہ بن جاتا ہے۔ ہم آخرت سے کٹ گئے ہیں، دنیا سے جڑ گئے ہیں جس بناء پر ذلت وگمراہی ہمارا مقدر بن گئی ہے۔

ہم نے عزت، راحت وسکون کے پیمانے بدل ڈالے۔۔۔ہم نے رب کی بات پر یقین کرنا چھوڑ دیا۔۔۔ کفار ومشرکین یہی کہتے تھے کہ رسول ﷺ کی باتیں نہ سنو یہ جو وحی کی صورت اور قرآن کی صورت میں تمہیں بتاتا ہے یہ قصے کہانیاں ہیں، حقیقت نہیں۔۔۔فرق اتنا رہ گیا ہے کہ وہ یہ زبان سے کہتے تھے کہ قصے کہانیاں ہیں کیونکہ وہ کافر تھے ،ہم منافق ہیں ہم بھی سمجھتے قصے کہانیاں ہیں مگر زبان سے نہیں کہتے اگر ہم ان احکام کو حقیقتیں سمجھتے تو ہمارا حال بدل گیا ہوتا ہماری کیفیتیں بدل گئی ہوتیں۔

حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اگر تم وہ کچھ جان لو جو میں جانتا ہوں تو خدا کی عزت کی قسم تم روتے چیختے کپڑے پھاڑتے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ۔۔۔تمہارے چہروں سے مسکراہٹیں چھن جائیں۔۔۔تمہاری زندگیاں رونے میں گزر جائیں۔

ہم اس لئے بے پرواہ ہیں کہ ہمیں خبر نہیں کہ مرنے کے بعد کیا ہونے والا ہے، ہم نے آنکھیں بند کرلی ہیں، اللہ رب العزت نے اسی طرف توجہ دلائی اور ارشاد فرمایا آؤ سنو تمہیں بتاؤں کہ دنیا کیا ہے؟ دنیا نے ہمیں بے ایمان کردیا ہے کتنے لوگ ہیں جو دنیا کی خاطر مال و دولت کی خاطر جھوٹ بولتے ہیں، بددیانتی کرتے، چوری کرتے ہیں، ڈاکہ زنی،

استحصال، ملاوٹ کرتے ہیں۔ اپنی قبر دوزخ کے انگاروں سے بھرتے ہیں۔ صرف چار دن کی دنیا اچھی کرنے کے لئے آخرت برباد کرتے ہیں، یہ ایمان نہیں۔ اگر ہم آخرت والے ہوتے تو یہ سودا نہ کرتے۔

دنیا کیا ہے؟؟؟

دنیا کا لفظ ''دنی'' سے ہے، جس کا معنی گھٹیا ہے۔ کسی شخص کو کمینہ کہنا ہو تو عربی زبان میں کہتے ہیں یہ بڑا ''دنی'' شخص ہے۔۔۔ کمینگی کو دنائت کہتے ہیں۔۔۔ کمینی اور گھٹیا چیز کو دنیا کہتے ہیں۔۔۔ دنیا خود گھٹیا اور کمینی چیز ہے تو جو کمینی چیز کا طالب ہوگا اس کا حال کیا ہوگا۔۔۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (الحدید: ۲۰)

''جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے اور ظاہری آرائش ہے اور آپس میں فخر اور خود ستائی ہے اور ایک دوسرے پر مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے''

پس دنیا کھیل ہے، حقیقت نہیں۔۔۔ دنیا بس سجاوٹ اور آرائش ہے اور لوگوں کے دلوں کو لبھاتی اور حقیقت کو چھپا دیتی ہے۔۔۔ دنیا ایک دوسرے پر بڑائی کو ظاہر کرتا ہے کہ میں بڑا ہوں یہ چھوٹا ہے میں اونچا ہوں یہ نیچا ہے۔۔۔ دنیا فخر، تکبر اور مباحات ہے۔۔۔ دنیا، مال و دولت کی کثرت ہے۔ اس حرص اور مال کی کثرت کا نام دنیا ہے۔۔۔ آج ہمارے کعبے کا نام دنیا۔۔۔ دین کا نام دنیا۔۔۔ ایمان کا نام دنیا۔۔۔ اور جینے مرنے کا نام دنیا ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ. حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ. (التکاثر: ۱، ۲)

''تمھیں کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے (آخرت سے) غافل کر دیا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے''۔

انسان سمجھتا ہے کہ بڑی ڈھیل ہے وقت پڑا ہے چلو توبہ کرلوں گا آخری عمر آئے گی تو سنور جاؤں گا عبادت کرلوں گا اللہ اللہ کرلوں گا معافی مانگ لوں گا، آخری عمر کے انتظار میں عمر گزارتا ہے۔ اللہ رب العزت نے ہمارے اس انتظار کا جواب دیا تمہیں کیا خبر کونسا وقت آئے گا یا نہیں آئے گا۔۔۔ تم اس حرص میں رہو گے کہ یہاں تک کہ قبر کی شام آپہنچے گی۔۔۔ کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ کل کا دن میری زندگی کے لئے یقینی ہے۔۔۔ جو یہ کہہ سکے کہ پورا سال میری عمر کے لئے یقینی ہے۔۔۔ ہمیں تو پل کی خبر نہیں۔۔۔ اگر یہ کسی کو پتہ چل جائے اور یقین ہو جائے کہ میری موت میرے سر پر آپہنچی ہے تو بندے کا چین چھن جاتا ہے۔ اگر ہمیں نبی اکرم ﷺ کی بات پر یقین ہوتا تو ہم تڑپ اٹھتے، بے تاب ہو جاتے مگر افسوس اتنا بھی یقین نہ رہا۔۔۔ حضور اکرم ﷺ قرآن کی زبان میں یہ اعلان کرتے رہے کہ اقترب الساعة. ''قیامت قریب آگئی'' مگر ہم دنیا کے حرص و لالچ میں مگن اور غرق ہیں اللہ رب العزت نے فرمایا۔

یہ دنیا کے لالچ میں کون لوگ مست ہیں؟ (ہم جانتے ہیں)۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری ملاقات کی خواہش نہیں رکھتے اس لئے دنیا کی زندگی سے راضی ہو گئے ہیں۔

☆ ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''لوگو! مجھے ایک ہی خوف ہے کہ میرے بعد میری امت پر دنیا کی زین و زینت اور دنیا کی رونق و چاہت کھول دی جائے گی اور اس کو دیکھ کر میری امت اس میں غرق ہو جائے گی۔'' (متفق علیہ)

☆ ایک اور موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! دنیا بڑی میٹھی اور بڑی سرسبز ہے آنکھوں کو بھی لبھاتی ہے۔ اللہ نے اس میٹھی اور سرسبز دنیا کے پررونق باغات میں تمہیں چھوڑ دیا ہے اور چھوڑ کر اب دیکھتا ہے کہ یہ کرتے کیا ہیں؟ ان دنیا کے باغات کے پیچھے جاتے ہیں یا آخرت کے باغات کے پیچھے جاتے ہیں یہ فرما کر ارشاد فرمایا۔ **فاتقو الدنیا** میری امت کے لوگو دنیا سے بچنا، اس کی محبت سے بچنا، دنیا کے حرص و لالچ سے بچنا۔''

☆ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ روایت کرتے ہیں:

ایک شخص حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا: مجھے کوئی ایک عمل ایسا بتادیں کہ وہ کروں تو خدا کا بھی محبوب ہوجاؤں اور خلق خدا کا بھی محبوب ہوجاؤں اللہ بھی محبت کرے اور مخلوق بھی محبت کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:'' زہد اختیار کرو، دنیا سے دل کو بے رغبت کرلو، لاتعلق کرلو، خدا تم سے پیار کرے گا، محبوب بنالے گا''

☆ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر یہ ساری دنیا اور اس کے مال و دولت کی قیمت میرے نزدیک ایک مکھی کے پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کافر جو میرے دشمن ہیں انہیں اس میں سے ایک رتی نہ دیتا''۔۔۔ دیکھتے نہیں ہو کہ دنیا کی قدر و قیمت میرے نزدیک اتنی کم ہے کہ میں نے اپنے دشمنوں کو بے تحاشا دے رکھی ہے۔ اگر دنیا کوئی قدر کی شے ہوتی تو کیا میں اپنے منکروں اور دشمنوں کو یوں کثرت سے دیتا۔

☆ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صلاح اول هذه الامة بالزهد واليقين ويهلک فی آخرها بالبخل والعمل۔ (مسند امام احمد بن حنبل)

''میری امت کے ابتدائی دور (جو صحابہ تابعین اولیاء صلحاء زاہدوں کا) دو چیزوں دنیا سے بے رغبتی اور مجھ پر یقین کی وجہ سے اچھا ہوا اور میری امت کے آخری دور میں بخیلی کنجوسی اور دنیا کی لمبی امیدیں رکھنے سے ہلاک ہونگے''

پہلے دور کے لوگ جو اونچے ہوگئے اس لئے کہ انہوں نے اپنے دل، دنیا کی محبت سے بے رغبت کر لئے تھے اور مجھ پر یقین کامل کرلیا تھا اس لئے اللہ پاک نے فرمایا دنیا کو تمہاری ضرورت اور خدمت کے لئے بنایا ہے۔۔۔ آئے گی اور جائے گی۔۔۔ آئے تو برتو۔۔۔ جیسے میں نے کہا مگر آنے پر دل خوش نہ ہو۔۔۔ جائے تو جانے دو، اس پر غم نہ کرو۔۔۔ خوشی اور غمی کو میرے ساتھ متعلق کرلو۔

☆ امام احمد بن حنبل سے ایک سائل نے سوال کیا:

زہد کیا ہے؟۔۔۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔۔۔ میری چند باتیں سن اور دل میں بٹھالے زہد یوں حاصل ہوتا ہے کہ اگر تیرا یقین ہے کہ رزق مقرر ہے تو پھر حرص کیسا؟۔۔۔ اگر خرچ کرنا اللہ کے لئے ہے تو بخل کیسا؟۔۔۔ اگر دوزخ پر تیرا ایمان ہے کہ دوزخ ہے تو پھر نافرمانی کیسی؟۔۔۔ اور اگر جنت پر تیرا ایمان ہے کہ جنت ہے تو دنیا میں تلاش راحت کیسی؟۔۔۔ اگر تو جانتا ہے اور مانتا ہے کہ دنیا فانی اور دنیا کی زندگی بھی فانی ہے تو اس میں اطمینان کیسا۔۔۔ فرمایا یہ کیفیت اگر پیدا ہوجائے تو اسکو زہد کہتے ہیں۔

زہد کے درجات

آئمہ، اولیاء اور عرفاء نے زہد کی تین درجے بیان کئے:

۱۔ عابدوں کا زہد ۲عارفوں کا زہد ۳۔ عاشقوں کا زہد

زہد العابدین: یہ زہد عوام کا زہد ہے جو چیز اللہ نے حرام کردی اس سے مکمل طور پر پرہیز کیا جائے اور

جس پر شبہ ہو کہ یہ حلال ہے یا حرام اس سے بھی مکمل پرہیز کیا جائے۔ یہ پہلے درجے کا زہد ہے۔

زہد العارفین: حلال چیزوں میں جو آپ کی ضرورت سے زائد ہے اس کو چھوڑ دینا۔۔اس کو نہ برتنا عارفوں کا زہد ہے۔

زہد العاشقین: عاشقوں کا زہد یہ ہے کہ ماسوا اللہ ہر شے کو دل سے نکال دینا۔ اس لئے اللہ پاک نے فرمایا اگر میرے ساتھ جڑنا چاہتے ہو اور آخرت کا اعلیٰ سودا کرنا چاہتے ہو پھر ایسے بن جاؤ کہ جو چلا جائے اس پر تمہیں افسوس نہ ہو اور جو آ جائے اس پر کبھی فرحت اور خوشی نہ ہو۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ زہد یہ ہے کہ جب تیری نگاہ دنیا کو تھوڑا اور حقیر دیکھے اور اس کا اثر تیرے دل کی تختی پر نہ رہے تو سمجھ کہ مولا نے تجھے زہد عطا کر دیا۔

حضرت یحییٰ بن معاذؒ سے پوچھا گیا کہ زہد کیا ہے؟ فرمایا: بندے کے دل، باطن، فطرت، طبیعت اور مزاج میں تین خوبیاں پیدا ہو جائیں تو سمجھ جائے کہ اسے زہد نصیب ہو گیا اور وہ یہ کہ

۱۔ جب بولے تو اس کے بولنے میں کوئی طمع نہ ہو کسی لالچ سے کلام نہ کرے

۲۔ جب کسی کے ساتھ کوئی عمل کرے تو کسی دنیوی غرض کے پیش نظر نہ کرے۔ فقط اللہ کی رضا کے پیش نظر ہو۔

۳۔ اس کے پاس کوئی حکومت، کوئی ریاست، کوئی عہدہ و منصب نہ ہو مگر عزت ہو۔

حضرت ذوالنون مصریؒ سے کسی نے عرض کیا کہ میں دنیا کو کب چھوڑوں؟ انہوں نے فرمایا: جب تو اپنے نفس کو چھوڑ دے۔ دنیا سے ہٹ کر تنہا بیٹھ کر بھی اگر تو گرفتارِ نفس ہے تو خلوت میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں۔

زہد کی یہ کیفیت، اس وقت تک پیدا نہیں ہوتی جب تک دل کی لو اللہ سے نہیں لگتی۔ جب دل کی لو اللہ سے لگ جاتی ہے اور دل اللہ کے سوا ہر چیز کو ترک کر دیتا ہے تو پھر وہ بندہ ہر شے سے بے نیاز ہوتا ہے اور اس حال میں اس کا زہد کامل ہوتا ہے۔

☆ سیدنا امام زین العابدین نماز پڑھ رہے تھے۔۔ حالت سجدہ میں تھے کہ ساتھ ہی آگ لگ گئی۔۔۔ بڑا شور مچا کہ امام عالی مقام آگ لگ گئی۔۔۔ آپ نماز پڑھتے رہے۔۔ نماز سے فارغ ہونے کے دوران لوگوں کے پانی گرانے سے آہستہ آہستہ آگ بجھ گئی تھی۔۔۔ آپ کو نہ آگ لگنے کی خبر ہوئی نہ بجھنے کی۔۔۔ آپ سے کسی نے پوچھا امام عالی مقام اتنی آگ لگی اور اتنا شور مچا۔۔۔ آپ کو کس شے اس آگ سے بے پرواہ کر دیا؟۔۔امام زین العابدین فرمانے لگے اس دوسری آگ نے بے پرواہ کر دیا۔۔۔ جس کی نگاہ میں وہ آگ ہو وہ اس آگ کی پرواہ نہیں کرتا، وہ آگ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔

زہد کامل دل کی کامل توجہ اللہ کی طرف کرنے اور غیر از خدا ہر شے کو دل سے نکال دینے کا نام ہے۔ پھر بندے کا طرز فکر، طرز عمل اور معاملہ لین دین بدل جاتا ہے۔

☆ حضرت اویس قرنیؓ سے یمن کے لوگوں نے عرض کیا کہ کوئی بڑی نصیحت کریں۔۔۔ فرمایا: بڑی نصیحت یہ

ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پہچانو اور جب یہ جان لو کہ وہ تمہیں پہچانتا ہے تو اس کا پہچاننا کافی سمجھو اور یہ طلب نہ کرو کہ اس کے پہچاننے کے بعد دنیا میں کوئی اور بھی تمہیں پہچانے ۔۔۔جب یہ طلب رہے کہ دنیا میں کوئی مجھے جانے پہچانے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پہچاننے کو تم نے کافی نہیں سمجھا۔۔۔جب تعلق بن جائے اور اس کی پہچان ہو جائے تو پھر دنیا کی پہچان سے لاتعلق ہو جاؤ۔

☆ حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ ،حضرت شیخ محمد بن فضیل بلخی کا قول روایت کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نے فرمایا مجھے حیرت ہے ان لوگوں پر جو دنیا کے جنگلوں کو صحراؤں کو بیابانوں کو توڑ کر خدا کے گھر تک جا پہنچتے ہیں مگر نفس کے صحرا اور بیابان کو عبور کر کے خدا تک نہیں پہنچتے۔کوئی خدا تک پہنچنے کی فکر نہیں کرتا۔

☆ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ تین بار خدا کے گھر حج کے لئے گیا ہوں۔پہلی بار گیا تو بس خانہ خدا دیکھا اور کچھ نظر نہ آیا۔۔۔میں نے کہا:میں بہت پیچھے ہوں،پھر ریاضتیں کی مجاہدے کئے جتن کئے اور پھر گیا دوسری دفعہ کعبہ بھی دیکھا خدا بھی دیکھا۔۔۔میں نے کہا:نہیں،ابھی شرکت ہے،دل خالی نہیں ہوا،تیسری بار پھر جتن کئے،گیا اور جب مکہ میں پہنچا تو پھر کعبہ نہیں تھا صرف خدا ہی خدا تھا۔

زہد کیسے نصیب ہو؟؟؟

عشق الٰہی کے سوا کوئی شے زہد کو زہد کامل نہیں کرسکتی ۔۔۔اس سے لو لگا کے دیکھو۔اس سے جڑ کے دیکھو،اس سے پیار کر کے دیکھو سارے پیار کی شمعیں بجھ جائیں گی ،اس سے عشق کر کے دیکھو ہر شے جل کے راکھ ہو جائے گی پھر زہد کامل نصیب ہوگا۔

☆ مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں حج بیت اللہ کے لئے جارہا تھا ایک شخص سے ملاقات ہوئی،اس کے پاس نہ کوئی توشہ تھا، نہ پانی، نہ سواری، ننگے پاؤں ذوق وشوق کی وادی کا راستہ طے کررہا تھا۔۔۔میں نے پوچھا جوان کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا:اسی کی طرف سے آیا ہوں۔۔۔میں نے پوچھا کدھر جانا ہے؟ اس نے کہا: اسی کی طرف۔۔۔میں نے پوچھا کوئی توشہ کوئی سامان ہے؟ اس نے کہا:اسی کے ذمے ہے۔۔۔میں اس جوان کے ساتھ ہولیا۔مالک بن دینار کہتے ہیں اس کی قمیض پھٹی ہوئی تھی،میرے پاس ایک زائد قمیض تھی،میں نے قمیض اس کو دی کہ یہ پہن لو۔۔۔اس جوان نے کہا:نہیں،نہیں پہن سکتا۔۔۔اس لئے کہ اگر دنیا کی حرام چیز لے لوں تو اس پر عذاب ہوگا اور اگر حلال چیز لے لی تو اس کا حساب ہوگا۔۔۔رات ہوئی اس جوان نے اپنا منہ آسمان کی طرف کیا اور اللہ رب العزت سے مناجات کرنے لگا۔ہم حرم کعبہ میں اکٹھے پہنچ گئے۔سب نے احرام باندھ لئے اس نے بھی باندھا۔۔۔ہم نے کہا: **لبیک اللھم لبیک** ۔۔۔وہ جوان خاموش کھڑا رہا،میں نے کہا: جوان لبیک کیوں نہیں کہتے؟۔۔۔اس نے کہا: اس ڈر سے کہ کہیں آگے سے **لا لبیک** جواب نہ آجائے کہ نہ تیری بات سنتا ہوں اور نہ تیری طرف دیکھتا ہوں۔۔۔میں ابھی اس حیرت میں ہوں کہ کیا کہوں اور کیا نہ کہوں پھر وہ جوان غائب ہوگیا۔حضرت مالک بن دینار کہتے ہیں میں اس کی تلاش میں رہا۔ منیٰ میں وہ مجھے دوبارہ نظر آیا،لوگ قربانیاں کررہے تھے اور وہ کھڑا تک رہا تھا اور میں اس کو تک رہا تھا۔اس نے کہا مولا! لوگوں نے عید کے دن مینڈھے، بکریاں، چھترے قربان کئے اور تیرا قرب پالیا ۔۔۔میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جسے قربان کروں اور تیرے قریب ہوسکوں۔۔۔میرے پاس سوائے اپنی جان کے کچھ

نہیں ہے تو میری جان کی قربانی قبول کر لے ۔۔۔ حضرت مالک بن دینار کہتے ہیں میں نے دیکھا اس نے یہ کہہ کر اپنی انگلی اپنی گردن پہ رکھی اور ایک چیخ ماری زمین پر گر پڑا، میں اس کے پاس پہنچا تو وہ شہید ہو چکا تھا۔ ہاتف غیب سے آواز آئی کہ یہ خدا کا دوست تھا اور خدا کے عشق کا قتیل ہوگیا یہ اس کے عشق کی تلوار سے قتل ہوا ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں اس کی تکفین وتدفین کی، رات بڑا پریشان تھا۔۔۔ سویا اور خواب میں اس جوان کو دیکھا کہ بڑا خوش ہے۔ میں نے پوچھا جوان تیرے ساتھ اللہ نے کیا ماجرا کیا؟ اس نے کہا: وہی ماجرا جو بدر کے شہیدوں کے ساتھ کیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کیا۔۔۔ میں کہا بڑھ کر کیوں کیا؟ اس نے کہا: کہ وہ کافروں کی تلوار سے شہید ہوئے تھے اور میں عشق کی تلوار سے شہید ہوا ہوں۔

پس جو لوگ اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں وہ امر ہو جاتے ہیں اور جو دنیا کی محبت میں پڑ جاتے ہیں وہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے ارشاد ہے کہ

ووجوہ یومئذ الفاخرۃ الی ربھا ناظرۃ کہ وہ دن کیسا دن ہوگا کہ اس میں کئی چہرے روشن اور سفید ہوں گے، ہشاش بشاش ہوں گے، تروتازہ ہوں گے اور یہ چہرے وہ ہوں گے جو اپنے رب کی وجہ سے پر رونق ہوں گے اور یہ ہمہ وقت اپنے رب کو تک رہے ہوں گے۔

اور انہی لوگوں کو الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. کا مژدہ جانفزا سنایا گیا ہے۔

زہد و ورع اور تقویٰ کامل تب ہوتا ہے جب اس کے ساتھ عشق ہوتا ہے اور عاشقوں کا زہد یہ ہے کہ اللہ کے سوا ہر شے دل سے نکل جائے۔

ہم نے تو ابھی دنیا ترک نہیں کی اور دنیا کو چھوڑ کر ابھی تک آخرت کے مسافر نہیں بنے تو مولا کے مسافر کب بنیں گے۔ لوگو! دنیا سے نکل آؤ۔۔۔ اس کے بعد ابھی نفسوں سے نکلنا ہے۔۔۔ نفسوں کے بعد پھر اپنے دل کے وسوسوں سے نکلنا ہے۔۔۔ پھر اپنی چاہتوں سے نکلنا ہے۔۔۔ پھر آخرت کی طرف چلنا ہے۔۔۔ اور پھر آخرت کی محبت سے بھی نکل کر مولا کی محبت کی طرف چلنا ہے۔۔۔ اور جب دل مولا کے عشق و محبت کی طرف جڑیں گے تو ہر شے کی چاہت، لالچ اور طلب دل کی وادی میں جل کر بھسم ہوجائے گی۔ دنیا کی راحتوں کی بجائے اس کے راحتِ نظارہ کی فکر کریں۔۔۔ اس کی محبت کی لو لگا لیں اور اس کی طرف بڑھیں۔۔۔ اور دل کی وادی کو اس کے لئے پاک اور صاف کر دیں۔۔۔ چار دنوں کی زندگی ہے جس کے پیچھے ہم مارے مارے پھرتے ہیں اور اس دنیا کی زندگی اور اس کے زیب و آرائش میں اور اس کی طلب و حرص نے ہمیں دنیا میں ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔۔۔ اس دنیا نے ہمارا آرام، جینا مرنا، سکھ چین ذہنوں کا فکر سب کچھ لوٹ لیا ہے۔۔۔ لوگو! اس دنیا کی کم مائیگی کو دیکھو۔۔۔ دنیا کی بے وقعتی کو دیکھو۔۔۔ اور اس دنیا کی کم مدتی کو دیکھو۔۔۔ اور پھر اس شام کو دیکھو جب آنکھ بند ہوگی تو شام ختم نہ ہوگی۔۔۔ اور پھر قیامت تک قبر کی شام چلے گی۔۔۔ جب قبر میں رکھ دیا جائے گا تو مرنے والے کی قیامت اسی دن سے شروع ہو جائے گی۔۔۔ پھر طویل المعیاد زندگی ہے جسے کبھی ختم نہیں ہونا۔۔۔ کیا ہم نے اس کے لئے تیاری کی ہے؟؟؟۔۔۔ اس ابدی زندگی کی سب سے بڑی تیاری ''زہد'' ہے اور زہد کا سب سے بڑا مرتبہ عشق الٰہی ہے۔

الحادیث

احیاءِ دین کے لئے
حضور غوث الاعظمؓ کا انتخاب

علامہ محمد معراج الاسلام

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں: سرکار نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا. (ابوداؤد)

''بے شک اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے اختتام پر اس امت کے لئے ایک ہادی کامل بھیجتا ہے جو دین کی تجدید کرتا ہے''۔

شرح و تفصیل

جب لوگ دین سے دور، اور انسانی اوصاف سے ناآشنا ہوجاتے ہیں، اور سب کچھ بھول کر فانی لذتوں کے غلام بن جاتے ہیں، تو انہیں ہوش میں لانے اور مقصدِ حیات سے آگاہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز پر ایک یکتائے روزگار رہبرِ فرزانہ کو پیدا فرماتا ہے جو تشریف لاکر حالات کو سنبھالتا اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو اپنے علم و فضل سے روشنی اور نورِ فراست و بصیرت سے رہنمائی عطا کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایسے دانائے راز اور مردِ کامل کو بطور خاص تیار کیا جاتا ہے اور مجاہدہ و ریاضت کے مختلف ادوار اور نشیب و فراز کے مختلف مراحل سے گزار کر اسے کندن بنادیا جاتا ہے تاآنکہ وہ بے مثال اور اعلیٰ ترین صلاحیتوں سے مالا مال ہوکر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوتا ہے۔

حضور غوث اعظمؓ بھی ان حیرت انگیز اور دشوار ترین مراحل سے گزرے۔ جس کی داستان عجیب و غریب بھی ہے اور ایمان افروز بھی اور مقامِ غوثیت سے آگاہی بخشنے والی بھی۔ اس کی کچھ تفصیل یہاں پیش کی جاتی ہے۔

دین سے ملاقات

محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بے آباد سنسان مقام سے گزر رہے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ اخلاص و وفا اور طلب صادق کی لاتعداد مثالیں قائم کرکے حریم قدس کے محرم اور لامکاں کی وسعتوں کے شہباز بن چکے تھے اور خصوصی نور بصیرت حاصل ہونے کی وجہ سے غیر محسوس حقائق و معانی کو محسوس صورت میں دیکھ سکتے تھے۔ آپ نے ایک ناتواں اور خستہ حال بوڑھا راستے میں لیٹا ہوا دیکھا۔ اس کے چہرے پر مردنی اور ویرانی چھائی ہوئی تھی آپ کو اس پر بے اختیار پیار آ گیا۔ گویا کوئی اپنا ہی عزیز اور محبوب ہو، آپ اس کی بالیں پر کھڑے ہوگئے۔ مسیحا کو مہربان اور سر پر کھڑا دیکھ کر جاں بلب مریض نے آنکھیں کھول دیں۔ جیسے اس کی جان میں جان آ گئی ہو اور وہ جان گیا ہو کہ اب شفایاب اور تندرست ہونے میں کچھ دیر نہیں۔

بوڑھے نے لرزتا ہوا کمزور ہاتھ بڑھایا۔ آپ نے قوی ہاتھوں سے تھام لیا۔ بوڑھے کی رگوں میں بجلی کی سی تیز

Scanned with CamScanner

رو دوڑ گئی اور جسم میں توانائی انگڑائیاں لے کر بیدار ہوگئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے پژمردہ اور سوکھے چہرے پر نکھار آ گیا۔ کمزوری اور ناتوانی جاتی رہی۔ اضمحلال و خستگی کافور ہوگئی اور ضعف و نقاہت کا نشان تک نہ رہا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے موجود تھا۔ آپ نے اس کی بدلتی کیفیت کو محسوس کیا اور اس معجزانہ تبدیلی پر حیران رہ گئے۔ اب بوڑھے کی جگہ کھڑے جوان رعنا نے جواب دیا: عبدالقادر! حیران ہونے کی ضرورت نہیں، میں دین ہوں۔ میری حالت نہایت پتلی اور خستہ ہوچکی تھی۔ تم نے مجھے سہارا دے کر قوت بخشی ہے۔ مجھے زندہ کیا ہے پیارے! تم محی الدین ہو۔

غوث اعظم کی نور بصیرت سے بہرہ ور حقیقت شناس آنکھوں نے دین کو جس مثالی صورت میں دیکھا بغداد کی عملی صورت اس کا بھیانک نمونہ تھی۔ دین کی گرفت، ذہن و کردار پر ڈھیلی پڑ چکی تھی، جس کے نتیجے میں وہ تمام اخلاقی قدریں دم توڑ چکی تھیں جو اس کا لازمی حصہ ہیں۔ دولت کی فراوانی، گناہ کی لذت اور عیش و عشرت کی رنگینی نے اعمال صالحہ کو ایک ثانوی حیثیت دے دی تھی، جس کا قومی اور انفرادی زندگی پر یہ اثر تھا کہ بدی عام تھی اور گناہ اپنی تمام تر حشر سامانیوں اور نمائشی دل آویزیوں کے ساتھ آزاد و بے قید تھا۔

ان بگڑے ہوئے حالات و واقعات کی اصلاح کے لئے ایک ایسے مسیحا نفس کی ضرورت تھی جس کی قوت کی تگ و تاز صرف علمی موشگافیوں، فلسفیانہ توجیہوں اور فقہی نکتہ آرائیوں تک ہی محدود نہ ہو بلکہ بصیرت و روحانیت کی حدوں کو بھی چھوتی ہو اور اس میں عشق کہ سرمستی اور معرفت و آگہی کی وہ برقی رو بھی ہو جو مردہ دلوں کو زندگی بخشتی اور طاغوتی طاقتوں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہو۔ اس کام کے لئے مشیت ایزدی نے جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو بطور خاص تیار کیا اور دین کی تجدید و تقویت اور ملت کے احیاء کا اعزاز عطا کرنے کے لئے ابتداء ہی سے آپ کی تربیت اور معاونت فرمائی۔

واقعات سے پتہ چلتا ہے قدرت نے آپ کو اس مقصد کے لئے چن لیا تھا اور آپ کو محی الدین بنانا مقصود تھا۔ یہ واقعات زمانہ طالب علمی سے لے کر اس دور تک پھیلے ہوئے ہیں جب آپ بغداد میں داخل ہو کر تختِ کرامت پر جلوہ فرما ہوئے اور مقابلہ میں آنے والی مادی قوتوں کو پاش پاش کر دیا۔ ان واقعات کا تذکرہ باعث سعادت و بصیرت اور اس نتیجہ تک پہنچنے میں کافی مددگار ہے کہ آپ کی تربیت میں دست قدرت کارفرما تھا۔

طالب علمی کا دور

غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”طالب علمی کا دور بڑا ہوش ربا اور سنگین تھا۔ بڑی عسرت اور تنگ دستی کی حالت میں دن گزرتے تھے۔ بعض اوقات لگاتار فاقے آتے، کھانے کے لئے کچھ بھی نہ ملتا مگر اس حالت میں بھی استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا۔ میں ہر تکلیف اور پریشانی کو بڑے صبر کے ساتھ سہتا رہا اور یہ تصور کر کے کہ ان حالات کے پیچھے قدرت کا ہاتھ ہے، زبان سے کچھ نہ کہتا“۔

ایک دفعہ لگاتار فاقے آئے، پھر قدرت نے خود قوتِ لایموت کا انتظام فرمایا مگر ساتھ ہی میرے لئے ایک روحانی درس کا بھی انتظام کر دیا۔

ہوا یوں کہ حلوہ پوری کہیں سے اچانک میسر آ گئی چونکہ سخت بھوک لگی ہوئی تھی اس لئے لے کر مسجد میں آ گیا اور محراب میں بیٹھ کر اسے سامنے رکھ لیا۔ ابھی کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک غیبی تحریر نمودار ہوئی، عبارت یہ تھی:

”پہلی کتابوں میں بتایا گیا ہے خدا کے شیر لذتوں کے تابع نہیں ہوتے۔ وہ شکم پرستی اور خواہشوں کی پیروی نہیں کرتے، انہیں عارضی لذتوں اور زبان کے چٹخاروں کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ہوتا“۔

جب میں نے یہ غیبی تنبیہ آنکھوں سے دیکھی تو فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ کھانا وہیں چھوڑا اور دو نفل پڑھ کر واپس آ گیا۔ بعض اوقات اچانک غیبی امداد سے بڑی تسلی اور تسکین نصیب ہوتی تھی اور فقر و فاقہ کے باوجود کسی قسم کی بے چینی اور پریشانی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ تنگ دستی کے اس زمانے میں غیبی اشارہ ہوا کہ دکان سے روٹی لے لیا کرو اجرت کی ادائیگی کا انتظام ہم کر دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کافی عرصہ بعد حکم ہوا فلاں جگہ سونے کی ڈلی ہے وہ اٹھا کر اجرت کے طور پر دکاندار کو دے دو۔ ''میں نے ڈلی وہاں پائی اور دکاندار کو دے دی''۔

قدرت کاملہ اپنے محبوب بندے کے لئے سونے چاندی کے ڈھیر لگا سکتی تھی مگر یہ تربیت اور تزکیہ کا دور تھا۔ اسی لئے ایسی سہولتیں آپ کے لئے بالکل مہیا نہ کی گئیں بلکہ اگر کم عمری اور نادانستگی کی وجہ سے آپ کی طبیعت ادھر مائل ہوتی تو فوراً شان کے خلاف اقدام سے روک دیا جاتا اور آپ پھر منزل مقصود کی طرف لوٹ آتے۔ چنانچہ ایک دفعہ طلباء نے آپس میں طے کیا کہ ''یعقوبا'' جا کر وہاں کے متمول زمینداروں سے گندم لائیں۔ آپ بھی آمادہ ہو گئے مگر راستے میں ایک شخص ملا، اس نے پاس بلا کر کہا:

''صاحبزادے! جو طالب حق اور نیک بخت ہوں وہ کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کرتے، تمہاری یہ شان نہیں کہ کسی سے مانگو''۔

یہ سن کر آپ فوراً واپس تشریف لے آئے اور پھر کبھی کسی سے سوال کا ارادہ بھی نہ کیا۔

انقلاب کی تیاری کا دور

فراغت کے بعد آپ محبت الٰہی کی لگن میں بیابانوں کے اندر نکل گئے، پہلے دور میں عشق کی جو چنگاری سلگ رہی تھی وہ شعلہ جوالہ بن گئی اور آپ نے اس کے لئے ہر چیز کو خیر باد کہہ دیا۔ آپ نے مستقبل قریب میں جو کام انجام دینا تھا اس کا بھی یہی تقاضا تھا کہ آپ کشف و وجدان کی نزاکتوں سے آگاہ اور باطنی قوتوں سے آراستہ ہو کر میدان میں آئیں تاکہ جن طاغوتی طاقتوں سے نپٹنا ہے ان کے مقابلہ کے وقت دشواری پیش نہ آئے اور آپ سب کو چت کر سکیں۔

غیر مرئی، شیطانی اور ابلیسی قوتوں نے بھی جب آپ کا ذوق و شوق اور روحانی ترقی کی رفتار کا یہ عالم دیکھا تو وہ بھنا اٹھیں، انہیں مستقبل قریب میں اپنی موت کا منظر صاف نظر آنے لگا۔ انہیں یہ سوچنے میں زیادہ دیر نہ لگی کہ جو شخص آج ان بیابانوں میں اس لگن کے ساتھ مصروف عمل ہے وہ ان کے لئے پیغام موت ہے۔ بدی کی جن قوتوں کو انہوں نے رواج دیا ہے اور عوام میں جن قباحتوں کو جنم دیا ہے یہ ان کا مٹانے والا ہے اور اگر یہ اسی طرح سرگرم عمل رہا تو بہت جلد دین کو بالاتری اور فوقیت حاصل ہو جائے گی۔ اس لئے ابھی سے اس کا ناطقہ بند کر دینا چاہئے تاکہ کل یہ ہمارا ناطقہ بند کرسکنے کے قابل نہ ہو سکے اور دین کے جسد ناتواں میں حیات تازہ پھونکنے کی صلاحیت واہلیت حاصل نہ کر سکے۔

چنانچہ ان غیر مرئی طاقتوں نے آپ کی طرف سے زبردست خطرہ کے پیش نظر محسوس اور مرئی صورت میں آپ کے سامنے آ کر مقابلہ کرنے کی ضرورت محسوس کی اور آپ کو تنگ کرنے کا منصوبہ بنایا تاکہ پریشان ہو کر آپ یہ میدان چھوڑ دیں اور ہمت ہار کر پیچھے ہٹ جائیں اور دین کی وہ قدریں اسی طرح پامال ہوتی رہیں جو انسانیت کا زیور اور روحانیت کی معراج ہیں۔

حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ دور افق پر نور کا ایک تخت بچھا ہوا دیکھا جس سے رو پہلی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ وہ تخت نزدیک آتا گیا اور پھر اس سے آواز آئی، ''عبدالقادر! میں تیرا خدا ہوں تو نے بندگی کا حق ادا کر دیا ہے میں تم سے بہت خوش ہوں اور حرام چیزیں تمہارے لئے حلال کرتا ہوں۔ مزید تمہیں کسی عبادت کی بھی

ضرورت نہیں کیونکہ تم نے مجھے راضی کرلیا"۔

آپ نے فوراً "لاحول" پڑھی۔ دفعتہً ایک چیخ بلند ہوئی اور چاروں طرف تاریکی چھاگئی۔ ابلیس ہاتھ ملتا ہوا آیا کہ عبدالقادر! تم اپنے علم کی وجہ سے بچ گئے ہو ورنہ میں نے بڑے بڑوں پر یہ حربہ آزمایا ہے اور انہیں سرِ میدان بچھاڑا ہے۔ آپ نے برجستہ فرمایا: "ظالم! اب تو دوسرا وار کررہا ہے۔ میں اپنے علم کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے رب کے فضل سے محفوظ رہا ہوں۔ دور ہوجا"۔

مستقبل قریب میں رونما ہونے والے عظیم انقلاب کو ناکام بنانے کے لئے جہاں طاغوتی اور ابلیسی طاقتیں غوث اعظم رحمۃ اللہ کے راستے میں کانٹے بکھیر رہی تھیں وہاں کچھ محبوب اور مربی احباب اس انقلاب کو کامیاب بنانے کے لئے آپ کو سخت تربیتی مراحل سے گزارتے تھے۔ یہ نفسیاتی نقطہ نگاہ سے آپ کو کوہِ حلم و وقار اور مستقل مزاج بنانے کے لئے ضروری تھا تاکہ ہر تجربہ کی بھٹی سے آپ کندن بن کر نکلیں اور جامع اوصاف شخصیت کے روپ میں سامنے آئیں۔

چنانچہ حضرت حماد کی حوصلہ شکن باتیں، سرد مہری، ڈانٹ ڈپٹ اس سلسلہ کی نمایاں کڑی ہے۔ وہ سب کے سامنے جھڑکتے کہ اب تک کہاں تھے۔ تمہارے لئے ہم نے کھانا نہیں رکھا، فقیہہ اعظم! فقیہوں کے پاس جاؤ ہم سے کیا لینا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ طالب علموں نے جب استاذ کا یہ سلوک دیکھا تو انہوں نے بھی پر پُرزے نکالے اور آپ کا مذاق اڑانا شروع کردیا۔ حضرت حماد کو پتہ چلا تو آپ نے انہیں فرمایا:

"نالائقو! تم کیا جانو عبدالقادر کیا چیز ہے؟ میں تو اس کی باطنی تربیت کے لئے یہ سلوک کرتا ہوں کیونکہ یہ اس کی ریاضت کا زمانہ ہے، وگرنہ مستقبل میں یہ آفتاب بن کر چمکے گا اور تمام چراغ اس کی تابانی کے سامنے ماند پڑجائیں گے۔ تم اس کی عظمت کو کیا جانو"۔

ان تمام حالات وواقعات، ربانی تائیدات اور قدم قدم پر دستگیریوں سے پتہ چلتا ہے کہ منشائے قدرت نے آپ کو احیائے دین اور اصلاح احوال کے لئے بطور خاص تیار کیا اور جب آپ عملی میدان میں تشریف لائے تو باطل کے اندھیرے شیطان کے داؤ اور گناہ کے جال سب تار تار ہوگئے۔

تجدید واحیائے دین

جب آپ نے علم وعرفان اور تقویٰ ومعرفت کی تمام منازل طے کرلیں اور اعلیٰ پیمانے پر ارشاد و اصلاح کا منصب سنبھالنے کے قابل ہوگئے اور اس کمال کو چھولیا جس کے لئے آپ کو تیار کیا جارہا تھا تو ربانی اشارہ ہوا بغداد جاؤ اور مخلوق خدا کو صراط مستقیم دکھاؤ جو بھٹک کر نا پسندیدہ راہوں پر ٹھوکریں کھارہی ہے اور خدا و رسول سے اپنا رشتہ توڑ چکی ہے۔ یہ حکم پاکر آپ بغداد کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب ایک ہادی اور رہنما کی حیثیت سے آپ نے عوام کے افعال و مشاغل کا جائزہ لیا اور ہر طرف فسق و فجور، خودغرضی اور ہوس رانی کے سیاہ سائے حرکت کرتے ہوئے دیکھے تو اکتاگئے۔ آپ کا نفیس وجمیل دل، ماحول کی گندگی سے گھبرا گیا۔ اسی وقت قرآن پاک بغل میں دبایا اور انہی بیابانوں کو دوبارہ رونق بخشنے کا ارادہ فرمایا جہاں سے تشریف لائے تھے مگر اسی لحہ حکم ہوا۔۔۔ عبدالقادر! یہیں رہ کر مخلوق خدا کو ہدایت کا سبق پڑھاؤ اور برکات سے سنبھالا دو۔ عرض کی مجھے اس ماحول سے گھن آتی ہے، اپنے دین کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ تسلی دی گئی کہ دین کے محافظ ہم ہیں اس لئے بے خطر اپنا کام شروع کرو چنانچہ تسلی پاکر آپ نے بغداد میں قیام فرمایا۔

دین کی تجدید اور احیاء کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے والے عموماً عیش و عشرت کے دلدادہ، دولتمند امراء حکمران، یا غلط فکر و نظر رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں جو ذہنی کجروی اور غلط اندیشی کی وجہ سے ناصواب کو صواب سمجھ کر دین کا کام کرنے والے کے لئے مشکلیں ڈھونڈتے اور پریشانی کے اسباب تلاش کرتے ہیں اور اسے دل جمعی سے اپنے فرائض سرانجام نہیں دینے دیتے۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا، جب آپ نے عشرت کدوں کے گنبد پر معرفت و صداقت کی اذان دی اور ہوس کے پجاریوں پر عصائے غوثیت کا بھرپور وار کیا تو ہر طرف کھلبلی مچ گئی۔ سارا بغداد لرز گیا، جو رنگین راتیں بسر کرنے کے عادی تھے وہ حیران و پریشان ہوکر اس اٹڈتے ہوئے سیلاب نور کو دیکھنے لگے جس نے ان کی آنکھیں خیرہ کردی تھیں۔ امراء اپنی جگہ مبہوت ہوگئے۔ خود کو بھولے ہوئے سادہ لوحوں نے چونک کر انگڑائی لی مگر وہ کچھ بھی نہ سمجھ سکے کہ کس عظیم انقلاب کی صبح نو طلوع ہوگئی ہے۔

ان دنوں بغداد پر یونانی معقولات کے ماہروں اور فلسفہ دانوں کا ذہنوں پر تسلط تھا۔ بے کار علوم کی ان بھاری بھر کم اصطلاحات، مشکل اور پیچیدہ مباحث، الجھے ہوئے مسائل اور طوفانی اشکالات نے عوام کو متاثر ہی نہیں بلکہ مرعوب کیا ہوا تھا۔ لوگ اس کے گورکھ دھندوں میں الجھ کر رہ گئے تھے۔ اگر یہ علمی مسائل کسی لحاظ سے بھی مفید ہوتے تو کوئی بات نہیں تھی مگر انہوں نے تو امت کے قوائے عمل کو مفلوج کردینے کے ساتھ اس کے زرخیز ذہن کو بھی بانجھ بنادیا تھا۔ فکر و نظر کے سوتے خشک کردیئے تھے اور اب یہ عالم تھا کہ ان کے نزدیک مہمل فلسفیانہ موشگافیوں اور بے معنی منطقی بحثوں کے سوا کسی چیز کا نام علم ہی نہ تھا۔ ان مسائل کے اندر انہاک نے نہ صرف ان کا وقت ضائع کیا بلکہ قرآن و سنت کی تعلیم کے لئے ان کی فرصت بھی چھین لی تھی چنانچہ وہ اور تو سب کچھ تھے مگر دین شناس نہ تھے۔ ایسے اہل علم نے جب غوث اعظم کی زبان سے قرآن و سنت کی بات سنی تو ان کی جبینوں پر بل پڑگئے۔ ان کی علمی نخوت اس رقابت کو برداشت نہ کرسکی۔ چنانچہ اس قماش کے اہل علم اور دوسری طرف عیش میں ڈوبے ہوئے دولت مند، دونوں طبقے غوث اعظم کی مخالفت میں ڈٹ گئے اور آپ کے کام میں روڑے اٹکانے شروع کردیئے مگر عظمت غوثیت کے سامنے ان کی دال نہ گلی اور جلال قطبیت نے ان کی نخوت کے بتوں کو پاش پاش کرکے رکھ دیا۔ تاآنکہ دونوں طبقے آپ کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئے۔ جب انہوں نے حلقہ ارادت گلے میں ڈال لیا تو پھر عوام کی رہنمائی کے لئے کوئی دقت نہ رہی، اس کے بعد اس طرح لوگوں نے فیض حاصل کیا جیسے بہتے سمندر سے فیضان حاصل کررہے ہوں۔ چنانچہ تمام اراکین سلطنت اور امراء تو الگ رہے خود وقت کے خلیفہ بھی آپ کے کاشانہ انور پر حاضری دینے اور ارشادات سننے کو سعادت سمجھتے تھے اور علوم و فنون کے مانے ہوئے ماہر، نیاز مندانہ جذبات سے مغلوب رہتے تھے۔ یہ مثالیں اس حقیقت کی غماز ہیں۔

اس دور کے امیرالمومنین خلیفہ متقی آپ کے دربار میں حاضر ہوئے ان دنوں خلیفہ نے یحییٰ کو قضاء کا عہدہ سونپا تھا۔ یحییٰ عوام میں پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ عام طور پر لوگ اسے ظالم کے نام سے یاد کرتے تھے۔ چنانچہ جلد ہی اس کے خلاف دربار غوث اعظم میں شکایات آنا شروع ہوگئیں۔ جب آپ نے خلیفہ کو سامنے دیکھا تو برملا اس نامناسب تقرری پر اسے تنبیہ کی اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ تو اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے تو اس کے کمزور بندوں پر ظالموں اور سنگدلوں کو کیوں مسلط کرتا ہے؟''۔

خلیفہ نے اسی وقت غلطی کی معافی مانگی اور یحییٰ کو معزول کردیا۔

❀❀❀❀❀

الفقہ

آپ کے دینی مسائل

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

سوال: عقیقہ کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ کار کیا ہے؟ نیز عقیقے کا گوشت محفل میلاد النبی ﷺ پر آئے ہوئے مہمانوں کو کھلا سکتے ہیں؟

جواب: عقیقہ ہر بچے کی طرف سے کرنا سنت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکرے یا گائے میں دو حصے۔ لڑکی کی طرف سے ایک بکرا یا گائے میں ایک حصہ۔ اگر لڑکے لڑکی دونوں کی طرف سے ایک ایک بکرا، بھیڑ، دنبہ، چھترا یا گائے کے ساتھ حصوں میں فی کس ایک ایک حصہ بھی ڈال دیا جائے تو جائز ہے۔ ابو داؤد اور نسائی نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا:

من ولد له ولد فاحب ان ينسک عنه فلينسک عن الغلام شاتين وعن الجاريه شاة.

''جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کی طرف سے ذبح کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے''۔

بریدہ کہتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں ہم سے کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو بکری ذبح کرکے اس کے خون کو بچے کے سر پر مل دیتے، لیکن جب اسلام آیا

كنا نذبح الشاة يوم السابع ونحلق راسه ونلطخه بزعفران. (ابوداؤد)

''ہم ساتویں دن بکری ذبح کرتے، بچے کے بال اتارتے اور سر پر زعفران ملتے''۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مع الغلام عقيقه فاهريقوا عنه دما واميطوا عنه الاذى. (ترمذی ص ۱۸۳ ج ۱)

''لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے۔ اس کیطرف سے خون بہاؤ اور تکلیف ہٹاؤ''۔

پس لڑکے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بھی عقیقہ میں جائز ہے اسی طرح لڑکی کے لئے ایک اور لڑکے کے لئے دو بھی جائز ہیں۔ جیسی توفیق ہو کرے۔ رہی قربانی تو اس بارے میں فرمایا۔

بہتر یہ ہے کہ عقیقہ کے گوشت کے تین حصے کئے جائیں:

۱۔ غرباء کے لئے　　۲۔ رشتہ داروں کے لئے　　۳۔ اپنے لئے

ایسا کرنا بہتر ہے، فرض یا واجب نہیں۔ تاہم ضرورت ہو تو اپنے لئے زیادہ بھی رکھ سکتے ہیں اور ضرورت کم ہے تو اپنا حصہ بھی دوسروں کو دے سکتے ہیں پھر خواہ گوشت تقسیم کریں، خواہ کھانا پکا کر کھلائیں ہر طرح جائز ہے۔ عقیقہ ہو یا قربانی، ان مسائل میں برابر ہیں۔ قربانی اور عقیقہ میں جانور ذبح کرنا ہے، پیسے اس کا بدل نہیں بن سکتے۔

یونہی آپ عقیقہ کے موقع پر محفل میلاد یا گیارھویں شریف یا کسی کی سالگرہ یا بیاہ شادی، نکاح، منگنی وغیرہ کا پروگرام بھی بنالیں اور عقیقہ کا گوشت اس میں استعمال کرنا چاہیں تو جائز ہے جیسے قربانی کا۔

الافضل ان يتصدق بالثلث ويتخذالثلث ضيافة الاقاربه واصدقائه ويدخر الثلث ويطعم الغنى والفقير جميعا ويهب منها ماشاء للغنى والفقير والمسلم والذمى.. ولو تصدق بالكل جاز ولو حبس الكل لنفسه جاز.. الا ان اطعامها والتصدق بها افضل الا ان يكون الرجل ذاعيال و غير موسع الحال فان الافضل له حنيئذ ان يدعه لعياله ويوسع عليهم به. (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۰۰ ج ۵)

"افضل یہ ہے کہ قربانی (اور عقیقہ) کا گوشت ایک تہائی صدقہ کردے اور ایک تہائی سے رشتہ داروں اور دوستوں کی دعوت کرے اور ایک تہائی رکھ چھوڑے۔ امیر غریب سب کو کھلائے۔ اس میں سے جس قدر چاہے امیر غریب مسلمان ذمی کو دے۔ اگر سب صدقہ کردے تو بھی جائز ہے اور سارا گوشت اپنے لئے رکھ لے تو بھی جائز ہے۔۔۔ مگر دوسروں کو کھلانا اور ان پر صدقہ کرنا افضل ہے۔ ہاں اگر بال بچے دار ہے اور مالی حالت بھی کمزور ہے تو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ سب اہل وعیال کے لئے چھوڑ دے"۔

اس مسئلہ میں بھی اسلام کی روشن ہدایات آپ کے لئے تنگی نہیں بلکہ فراخی و وسعت کا سامان مہیا کرتی ہیں۔

انتباہ!

دنیا بھر میں کاروباری حضرات اپنے کاروبار کے فروغ اور تشہیر کے لئے مختلف اخبارات اور مجلات میں اشتہارات دیتے رہتے ہیں جس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ وہ اخبار یا مجلہ کسی کے کاروبار میں شراکت کا حامل ہے یا اس اخبار کی کسی کے کاروبار کو تائید و معاونت حاصل ہے۔ ماہنامہ منہاج القرآن میں بھی مختلف کاروباری حضرات اپنے کاروبار کے فروغ اور تشہیر کیلئے اشتہارات دیتے رہتے ہیں۔ یہ تمام اشتہارات انتہائی نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ تحریک اور قائد تحریک کو اپنے کاروبار کی تشہیر کے لئے بطور حوالہ استعمال کرتے ہیں۔ ایسے تمام لوگ غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ جملہ وابستگان تحریک منہاج القرآن کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ تحریک اور قائد تحریک کا کسی کے کاروبار سے قطعاً کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی تحریک اور قائد تحریک کی کسی کے کاروبار میں کسی قسم کی کوئی شراکت ہے۔ لہذا کسی ایسے شخص سے لین دین یا Investment فریقین کا ذاتی فعل ہے۔ ادارہ کسی قسم کے لین دین کا ہرگز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (ادارہ)

حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی

حیات و تعلیمات

برصغیر پاک و ہند کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فیوض و برکات کا سلسلہ ان کی زندگی میں ہی اس سرزمین میں پہنچ گیا تھا۔ بعض روایات کے مطابق سب سے پہلے ان کے بڑے فرزند سیدنا شیخ عبدالرزاقؒ ہندوستان تشریف لائے اور کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد واپس بغداد تشریف لے گئے۔ اس کے بعد سے آج تک برصغیر پاک و ہند سے کسب فیض کے لئے مشائخ، اولیاء، صلحاء، امراء و سلاطین اور عوام الناس کی بغداد آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہے۔ ہر عہد میں اہل دل حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد کو ہندوستان تشریف لانے کی دعوت دیتے رہے اور وقتاً فوقتاً خاندان گیلانیہ کے اکابر اور مشائخ ہندوستان تشریف لاتے رہے۔ آل النقیب قدوۃ الاولیاء سیدالسادات شیخ المشائخ قطب العالم حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز کی پاکستان تشریف آوری اور سکونت اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔

ولادت، بچپن اور تعلیم

آپ کی ولادت باسعادت 18 ربیع الاول 1352ھ کو عراق کے دارالحکومت اور انوار و تجلیات غوث صمدانیؓ کے مرکز بغداد میں ہوئی۔ جس گھر میں آپ پیدا ہوئے وہی حرم دیوان خانہ قادریہ ہے۔ آپ کی دینی تعلیم مسجد سلطان علی میں مکمل ہوئی۔ یہ مسجد بغداد میں شاہراہ الرشید پر دریائے دجلہ کے کنارے واقع ہے۔ آپ کے اساتذہ کرام میں ملا سید اسد آفندیؒ، مفتی قاسم النقیبیؒ اور شیخ خلیل الراویؒ شامل ہیں۔ مدرسہ دربار غوثیہ میں آپ نے مفتی اعظم عراق سے بھی تفسیر، حدیث اور فقہ میں کسب علم کیا۔ ان کے علاوہ مختلف علوم و فنون میں متعدد دیگر اساتذہ بھی آپ کے اتالیق رہے۔

روحانی فیض

سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانیؒ کا پورا خاندان اور گھرانہ مشائخ و نقباء پر مشتمل تھا اسی عالی قدر خاندان سے فیض کی کرنیں عالم عرب سے نکل کر مشرق بعید یورپ افریقہ اور امریکہ تک پھیلیں۔ اس فیض کا اصل مرکز اور سرچشمہ ان کے جد امجد حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کی ذات گرامی تھی۔ جہاں سے اب بھی دنیا بھر کے طالبان حق فیضان سمیٹتے ہیں اور قیامت تک اس مرکز انوار کی خیرات بٹتی رہے گی۔ آپ نے سب سے پہلے روحانی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی حضرت سیدنا شیخ محمود حسام

الدین الگیلانی سے حاصل کی اور انہی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ وہ دربار غوثیہ کے متولی، نقیب الاشراف اور خاندان گیلانیہ کی اپنے عہد کی سب سے عظیم شخصیت تھے۔ انہیں ان کے والد بزرگوار قطب الاقطاب حضرت سیدنا شیخ عبدالرحمٰن النقیب نے اپنی زندگی میں ہی نقیب الاشراف کی اہم ذمہ داری سے سرفراز کردیا تھا۔ یہی وہ ہستی ہے جسے حضور سیدنا غوث اعظمؓ نے روحانی طور پر براہ راست اپنی خلافت سے نوازا تھا اور اس عہد کے بیشتر اولیاء کرام نے اس امر کی تصدیق کی تھی۔ پورا عالم اسلام ان کی علمی روحانی اور سیاسی بصیرت کا معترف تھا چنانچہ انہوں نے اپنے فرزند ارجمند کی خصوصی تربیت کی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اپنے والد گرامی کے علاوہ بھی آپ نے بغداد شریف کے کئی مشائخ سے اکتساب فیض کیا۔

نسبت غوثیت میں استغراق

حضور قدوۃ الاولیاء بچپن سے حصول علم کے ساتھ ساتھ ذکر وفکر اور عبادت و ریاضت میں اپنے قابل فخر اسلاف کا نمونہ رہے۔ آپ کے اس مبارک وصف کی گواہی برصغیر پاک و ہند کی مشہور علمی و روحانی اور سیاسی شخصیت مولانا عبدالقدیر بدایونی اپنے ذاتی مشاہدے کی بناء پر دیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ''ہم جب 1943ء میں متحدہ ہندوستان سے ایک وفد کی شکل میں بغداد شریف حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کے مزار مبارک پر حاضری کے لئے گئے اثنائے زیارت و حاضری ہم نے دیکھا کہ ایک دس گیارہ سالہ معصوم اور نوخیز شہزادہ مزار پاک کے پاس چہرہ مبارک کی طرف نماز عشاء کے بعد کھڑا ہوا اور ساری رات اسی حالت میں کھڑا مناجات کرتا رہا حتی کہ فجر کا وقت ہوگیا۔ ہم اس نوخیز اور معصوم بچے کی یہ استقامت اور مجاہدانہ رنگ دیکھ کر لرزہ براندام ہوگئے کہ آخر یہ بچہ ہے کون؟ پوچھنے پر خدام نے بتایا کہ یہ نقیب الاشراف سیدنا محمود حسام الدین الگیلانی کے چھوٹے صاحبزادے سیدنا طاہر علاؤالدین ہیں۔ مولانا عبدالقدیر بدایونی فرماتے ہیں ہم دس پندرہ روز مزار غوث الاعظمؓ پر حاضری کے لئے بغداد شریف رکے رہے ہر رات جب بھی مزار اقدس پر حاضری ہوتی رہی ہم یہی نظارہ کرتے رہے۔ آپ روزانہ پورے عزم و استقامت کے ساتھ چہرہ مبارک کیطرف محو ریاضت رہتے۔

یہ معمول جہاں بچپن میں آپ کی غیر معمولی استقامت اور ریاضت کی دلیل ہے وہاں نسبت غوثیت مآب میں حد درجہ استغراق اور فنائیت کی علامت بھی ہے۔

پاکستان میں تشریف آوری

حضور قدوۃ الاولیاء، حضور سیدنا غوث الاعظمؓ کے حکم پر 1956ء میں پاکستان تشریف لائے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کو حضور غوث صمدانیؓ نے پاکستان کی اقلیم ولایت سپرد کرنے کے لئے لاہور میں حضور داتا گنج بخش سیدنا علی الہجویریؒ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ بغداد شریف سے سیدھا لاہور تشریف لائے اور چند دنوں کے لئے حضور داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر چلہ کش ہوگئے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت خواجہ اجمیر معین الدین چشتیؒ چلہ کش ہوئے تھے اور ہر زمانہ میں اکابر و اصاغر سب اولیاء کرام حاضری دیتے رہے۔

حضور قدوۃ الاولیاء کی جوانی کا زمانہ تھا۔ آپ احاطہ مزار میں چند دن خیمہ زن رہے۔ بالآخر یہاں سے تقرری کا حکم نامہ جاری ہوا اور کوئٹہ (صوبہ بلوچستان) میں سکونت اختیار کرنے کا اشارہ ملا۔ آپ نے کوئٹہ میں سکونت اختیار فرمائی جو

بعد میں مستقل قیام میں بدل گئی۔ یہاں آ کر آپ نے سلسلہ قادریہ میں ایک نئی روح پھونکی۔ شب و روز دین کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا اور بہت تھوڑے عرصے میں پاکستان سمیت برصغیر کے کونے کونے میں آپ کے روحانی مقام و مرتبہ کا شہرہ ہوگیا اور مسافران راہ عشق اور طالبان راہ حق کشاں کشاں کوئٹہ میں آپ کے آستانہ عالیہ میں حاضر ہونے لگے جہاں قدم قدم پر تقویٰ، طہارت اور پاکیزگی کے پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے اور فعال تصوف کی خوشبو مشام جاں کو معطر کر رہی تھی۔ حضور سیدنا غوث اعظمؓ سے آپ کی نسبی قربت آپ کا منفرد اعزاز تو تھا ہی لیکن آپ نے اپنے حسن خلق، پاکیزہ سیرت، اتباع شریعت وطریقت، انوار معرفت و حقیقت اور برکات و کرامات کے باعث ایک جہان زندہ کر دیا۔

علماء و مشائخ ہند کی قدر دانی

ہندو پاک کے جملہ مشائخ اور علماء و محدثین عظام آپؒ کی اس قدر تعظیم و تکریم کرتے کہ اس کی مثال عصر حاضر میں ملنا مشکل ہے۔ حضور قدوۃ الاولیاء جب حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان کی دعوت پر بریلی شریف (ہندوستان) تشریف لے گئے تو حضرت مفتی اعظم ہند نے بریلی شریف کے ریلوے سٹیشن پر آپ کا فقید المثال استقبال کیا۔ لاکھوں مسلمانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حاضر تھا۔ آپ کی گاڑی کو لمبے لمبے بانسوں کے ذریعے ہزارہا مسلمانوں نے عظیم مشائخ و علماء سمیت اپنے کاندھوں پر اٹھالیا اور کئی میل کا سفر اسی طرح طے کر کے عقیدت واحترام کا ایک نیا باب رقم کیا۔ مولانا مفتی تقدس علی خان مرحوم نے بیان فرمایا کہ میں خود بھی آپ کی گاڑی کو کندھوں پر اٹھانے والوں میں شامل تھا۔ آپ نے بریلی شریف میں تین دن قیام فرمایا اس دوران مفتی اعظم ہند آپ کی تعظیم میں تینوں دن ننگے پاؤں رہے اور آپ کے وضو اور طہارت کے لئے ہر وقت خود خدمت بجالاتے رہے۔ اسی دوران آپ کے صاحبزادگان بشمول مولانا اختر رضا خان، حضور قدوۃ الاولیاءؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

اسی طرح حضور قدوۃ الاولیاء جب محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد کی دعوت پر فیصل آباد تشریف لائے تو انہوں نے ریلوے اسٹیشن سے جامعہ رضویہ جھنگ بازار تک راستوں پر سفید کپڑوں کے تھان بچھوائے جس پر آپ کی گاڑی چلتی تھی۔ ایک مرتبہ حضور قدوۃ الاولیاء جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو رش کی وجہ سے زمین پر بچھائی گئی سفید چادر ہٹ گئی، زمین ننگی ہوگئی حضرت محدث اعظم پاکستان حضور قدوۃ الاولیاء کے سامنے زمین پر گر پڑے اور اپنی ریش مبارک سے جگہ کو صاف کرنے لگے۔ موقع پر موجود علماء کرام حضور سیدنا غوث الاعظمؓ اور آپ کی اولاد اطہار کے لئے حضرت محدث اعظمؒ کا حد درجہ ادب اور کمال تواضع اور انکساری دیکھ کر دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

یہی حال دیگر علماء کرام اور مشائخ کا تھا۔ غزالی زماں حضرت علامہ احمد سعید کاظمیؒ کراچی میں آپ کے در دولت پر بغرض زیارت حاضر ہوئے تو قدم بوسی کے لئے نیچے گر پڑے اور حضرت کی قدم بوسی کی۔

لاہور میں حزب الاحناف کے سالانہ جلسہ کے موقع پر حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادریؒ نے آپ سے چند گھونٹ نوش فرمانے کے بعد آپکی چائے مانگی اور چائے کی دیگ میں ڈال دی تمام مشائخ عظام اور علماء کرام اس میں سے ایک ایک دو دو گھونٹ تبرکاً لے کر پیتے رہے۔ الغرض حضور قدوۃ الاولیاء کی شخصیت میں قدرت نے وہ تمام خوبیاں سمودی تھیں جن کی وجہ سے طول العمر آپ اکابر مشائخ و علماء کی عقیدتوں کا مرکز رہے۔

نقیب الاشراف کا منصب جلیلہ

آپ کا تعلق جس خانوادہ گیلانیہ کی شاخ سے ہے۔ اسے حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے وصال سے لے کر اب تک دربار غوثیہ کی تولیت اور اوقاف کی نگرانی کے ساتھ منصب نقابت کا شرف حاصل رہا ہے۔
نقیب الاشراف کی ذمہ داریوں میں دربار کے جملہ انتظامی معاملات اوقاف کی دیکھ بھال، زائرین کی خبر گیری اور فقراء و مساکین میں وظائف کی تقسیم جیسے اہم امور شامل ہیں۔ اہل عراق کسی بادشاہ کے سامنے اپنی گردن جھکاتے ہیں اور نہ کسی صاحب اقتدار و حکومت کے رعب اور دبدبے کو تسلیم کرتے ہیں جتنا کہ وہ نقیب الاشراف کے اثر اور روحانی اقتدار و حکومت کو مانتے ہیں۔

خاندانی سیادت و نجابت

ہمارے شیخ سیدنا طاہر علاؤالدین حسنی اور حسینی سید تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۱۶ واسطوں کے بعد حضور سیدنا غوث اعظمؒ سے اور ۲۸ واسطوں کے بعد حضور اکرم ﷺ سے جاملتا ہے جبکہ آپ کا سلسلہ طریقت ۱۹ واسطوں کے بعد سیدنا غوث الاعظمؒ تک اور ۳۶ واسطوں کے بعد قدوۃ الاولیاء کا سلسلہ طریقت سید دو عالم حضور نبی اکرم ﷺ سے جاملتا ہے۔

سلسلہ قادریہ کی سرپرستی

آپ کو بجا طور پر سلسلہ عالیہ قادریہ کا مجدد کہا جاسکتا ہے۔ آپ نے دنیا کے بیشتر ممالک میں سلسلہ قادریہ کا فیض پہنچایا اور زندگی بھر سلسلہ قادریہ کی سرپرستی فرمائی۔ دین کی دعوت و تبلیغ اور حضور سیدنا غوث الاعظمؒ کا فیض پہنچانے کے لئے آپ نے عالم اسلام کے علاوہ افریقہ، امریکہ، یورپ، انگلینڈ، سویڈن، ناروے، ہالینڈ، مغربی جرمنی، مناکو، بلجیم، کینیڈا، کوریا، سائیگان، انڈونیشیا، برما، جاپان، سری لنکا، سنگاپور اور بھارت کے دورے کئے۔ مشرق وسطیٰ کے جملہ عرب ممالک اور ریاستوں میں تو بارہا آپکا آنا جانا رہتا تھا۔

وصال مبارک

آخر عمر میں آپ کی طبیعت مبارکہ علیل رہنے لگی تھی۔ آپ کو دراصل گردوں کی تکلیف تھی کوئٹہ اور کراچی کے دوران قیام مقامی معالجوں نے کافی کوشش کی لیکن جانبر نہ ہوئے پھر آپ جرمنی میں مقیم پاکستانی عقیدت مند ڈاکٹر حبیب اللہ اور ڈاکٹر محمد امیر خان نیازی مرحوم کی خواہش پر وہاں تشریف لے گئے ان دونوں حضرات نے آخری ایام میں حضور قدوۃ الاولیاء کی خوب خدمت کی اور فیوضات سمیٹے، بالآخر 7 جون 1991ء بروز جمعۃ المبارک صبح 9 بجے شہزادہ غوث الوریٰ جرمنی میں اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ آپ کی نمازہ جنازہ پہلے کراچی میں نشتر پارک میں پڑھائی گئی جس کی امامت کی سعادت آپ کے روحانی فرزند اور اسلام کے بطل جلیل شیخ الاسلام پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے حصے میں آئی اور بعد اسی شام لاہور میں منہاج القرآن پارک میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے پڑھائی۔ دونوں مقامات پر مخلوق خدا اور آپ کے عقیدت مندوں کا جم غفیر دیدنی تھا۔ آپ کو تحریک منہاج القرآن کے عظیم تربیتی مرکز ''جامع المنہاج'' ٹاؤن شپ میں سپرد خاک کیا گیا، جہاں ایک شاندار زیر تعمیر دربار غوثیہ اب مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔

تعلیمات

حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین القادری الگیلانی البغدادیؒ نے اپنی تصنیف ''تذکرہ قادریہ'' میں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے خطبات و مواعظ کو بھی درج فرمایا: آپ فرماتے ہیں کہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے درج ذیل چیزوں کا ایک مسلمان میں ہونا لازم قرار دیا:

۱۔احکام کی پابندی اور تعمیل کرنا ۲۔ان چیزوں سے جن کے لئے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے اجتناب کرنا

۳۔قضا و قدر پہ راضی رہنا اور کبھی تقدیر کا شاکی نہ ہونا

ان تینوں خصوصیتوں سے کبھی خالی نہ رہنا اسلام کا پہلا درجہ ہے لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان کا پابند رہے اور ہمیشہ اپنے دل میں ان کا خیال رکھے اور ان پر کاربند رہے۔

اعمال صالح کی تلقین

سنت کی پیروی کرنا اور بدعت سے بچنا اور رسول ﷺ کا حکم ماننا، خدا کو واحد مطلق سمجھنا، اسکے ساتھ شرک نہ کرنا اور اسکی ذات ستودہ صفات کو منزہ جاننا، اس پر کوئی تہمت نہ لگانا، بغیر کسی شک و شبہ کے دین اسلام کو سچا ماننا، مصیبت کے وقت صبر کرنا اور ہر حالت میں ثابت قدم رہنا، اللہ سے اس کا فضل و کرم طلب کرنا، ناکامی پر مایوس نہ ہونا اور اس کی ذات سے ہر وقت امید رکھنا، باہم بھائیوں کی طرح میل جول رکھنا، دشمنی و کینہ سے احتراز کرنا، ہم جماعت ہو کر عبادت الٰہی بجا لانا اور خدا کے واسطے آپس میں محبت رکھنا، گناہوں سے بچنا اور بندگی الٰہی سے زینت حاصل کرنا، ہر وقت اسی کی جانب متوجہ رہنا اور اس سے کبھی روگردانی نہ کرنا، توبہ میں عجلت کرنا، شب و روز میں اسکی یاد سے غافل نہ رہنا اور عذر سے سستی نہ کرنا، ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے اور ہر شخص کو ایسا کرنا چاہئے اس امید پر کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے ہم پر رحم فرمائے اور نیک بختی عطا فرمائے۔ وہ اس دوزخ سے امان دے اور نعمت ہائے بہشت عطا فرمائے۔

دنیاداروں سے تعلق

جب تم دنیا داروں کو دیکھو کہ ان کے ہاتھ میں جھوٹے سامانوں اور مکر و فریبوں اور مہلک زہروں کے ساتھ مال دنیا جمع ہے جس کا ظاہر نرم اور باطن خشک ہے اور ان لوگوں کو جن کے ہاتھ میں فی الحال مال ہے اور جو مغرور اور بے فکر ہیں دنیا بہت جلد ہلاک کر ڈالے گی اور اپنی بدعہدی کی وجہ سے ان کو مبتلائے مصائب کر دے گی تو اس کو اس طرح سمجھو جس طرح کوئی شخص پاخانہ پر برہنہ بیٹھا ہے اور جیسا کہ اس کو برہنہ دیکھنے کے بعد آنکھیں بند کر لو گے اور نجاست کی بدبو سے بچنے کے لئے ناک بند کر لو گے۔ اسی طرح یہاں بھی دنیا کو دنیا دار کے ہاتھوں میں دیکھ کر ناک آنکھ بند کر لو تاکہ اس کی فریب دہ زینت نہ دیکھ سکو اور اس کی شہوتوں اور لذتوں کی مغز شکن بدبو نہ سونگھ سکو۔ اس طرح ان کی آفات سے نجات ملے گی اور وہ خوشگوار حصہ بھی جو تمہارے نصیب کا ہے تم کو مل جائے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ، پیغمبر ﷺ کو فرماتا ہے:

وَلَاتَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى

''اور نہ دیکھو تم اس کو جو ہم نے چند کافروں کے فائدے کے لئے عطا کی ہے یعنی زندگانی کی آرائش تاکہ ہم

اس سے ان کی آزمائش کریں اور اللہ تعالیٰ نے جو رزق تم کو دیا ہے (یعنی ہدایت نبوت) وہ بہتر اور پائیدار ہے"۔

ہوا و ہوس سے گریز

تو بہت کہتا ہے کہ وہ نزدیک کیا گیا ہے اور میں دور ہوں یا وہ عطا کیا گیا میں محروم ہوں یا وہ غنی ہے میں مفلس ہوں یا وہ تندرست ہے میں بیمار ہوں یا وہ معزز ہے اور میں خوار ہوں یا وہ راست باز مشہور ہے پر میں دروغ گو سمجھا جاتا ہوں ۔اے شخص تم کو معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور وحدانیت ہی کو پسند کرتا ہے اور اس کو دوست جانتا ہے جو صرف اسی سے محبت رکھتا ہے جب اللہ تعالیٰ تجھ کو کسی دوسرے شخص کے قریب کرتا ہے یعنی کچھ عطا فرماتا ہے تو تیری محبت اللہ تعالیٰ کے لئے کم ہوجاتی ہے اور باہم محبت ہو جاتی ہے یعنی اکثر اوقات تیرے دل میں اس شخص کی رغبت اور محبت بھی پیدا ہوتی ہے جس کے ذریعے سے وہ نعمت اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دی اور اس طرح محبت الٰہی کم ہو جاتی ہے۔یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت غیور ہے ،وہ شرکت نہیں چاہتا لہٰذا دوسروں کے ہاتھوں کو تیری امداد سے ،ان کی زبان کو تیری صفت وثناء سے اور پیروں کو تیری طرف آنے سے روک دیتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوکر اس کی محبت میں نہ پھنس جائے۔کیا تو نے ارشاد رسول اکرم ﷺ نہیں سنا کہ دل ،اس کی محبت کے لئے جو ان سے احسان کرے اور اس کی دشمنی کے لئے جو ان سے برائی کرے پیدا کئے گئے ہیں۔

الحاصل اللہ تعالیٰ مخلوق کو تجھ پر ہر طرح احسان کرنے سے روکتا ہے حتیٰ کہ تو اس کو تنہا جانے اور اسی سے دل لگائے اور ظاہر و باطن میں اسی کا ہو رہے تو سوائے اس کے نہ دیکھے ، نہ سنے اور تو خلق ،نفس ہوا اور ارادہ وغیرہ سب سے فانی ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوائے سب کو ترک کردے۔اس وقت لوگوں کے ہاتھ تیری جانب فراخ ہو جائیں گے بخشش کے لئے اور زبانیں تیری ثناء میں رطب اللسان ہو جائیں گی پس تو ہمیشہ ناز و نعم میں رہے گا اور دنیا و آخرت میں سب قسم کے عیش پائے گا۔

پس اے شخص بے ادب نہ ہو اور اس کی جانب دیکھ جو تجھ کو دیکھ رہا ہے۔اس کی طرف متوجہ ہو جس کی تجھ پر توجہ ہے، اس سے محبت کر جو تجھ کو محبت کرتا ہے، اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے جو تجھ کو گرنے سے بچادے، اسکا سہارا لے جو تجھ کو سنبھالے ، وہ تجھ کو جہالت کی تاریکی سے نکالے گا، تجھ کو نجات دے گا اور تجھ کو ہلاکت سے بچائے گا، وہ تجھ سے تیری ناپاکیاں دور کرے گا اور تجھ کو گندگیوں سے صاف کرے گا، وہ تیری پست ہمتی کو دور کرے گا، وہ بد حکم دینے والے نفس اور براراستہ دکھانے والے دوستوں سے جو اخوان الشیاطین ہیں اور ہوا و ہوس سے جو تیرے اور سعادتوں کے درمیان حجاب ہیں تجھ کو بچائے گا۔

دعا کی قبولیت

اگر اللہ تعالیٰ بندہ کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی مطلوبہ شے اس کو عطا فرماتا ہے تو اس سے یہ خیال کرنا چاہئے کہ اس سے اس کا ارادہ ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیز تقدیر میں آچکی وہ بدل جاتی ہے۔ بات یہ ہوتی ہے کہ اس کا سوال اور دعا ارادہ الٰہی اور تقدیر کے موافق آن پڑتا ہے۔اس وقت حاجت روائی ہو جاتی ہے مگر اسی وقت میں جو اس کے لئے

مقرر ہو چکا ہے کہ فلاں وقت یہ تقدیر پہنچے جیسا کہ اہل علم نے اللہ کے اس قول کو کہا ہے:

''ہر وقت وہ شان میں ہے کہ پہنچاتا ہے مقدرات کو وقتوں تک، پس اللہ تعالیٰ دنیا میں کسی کو کوئی چیز صرف دعا سے نہیں دیتا اور اسی طرح صرف دعا سے کوئی برائی دفع نہیں کرتا''

اور حدیث شریف جو آیا ہے کہ نہیں رد کرتا قضاء کو مگر دعا سے، اس سے یہ مراد ہے کہ قضاء کو نہیں رد کرتا مگر وہ دعا جو تقدیر ہو چکی ہے اس سے قضاء رد ہوگی اور سب طرح صرف اپنے اعمال سے قیامت کے روز کوئی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا بلکہ اللہ کی رحمت سے مگر اللہ تعالیٰ اعمال کے موافق جنت میں بندوں کو درجات عطا فرمائے گا۔ جیسا حدیث شریف میں آیا ہے کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، کیا کوئی شخص اپنے اعمال سے بھی داخل جنت ہو سکے گا؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''نہیں، صرف رحمت الٰہی سے'' حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ آپ بھی، فرمایا: میں بھی نہیں مگر اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو چھپائے اپنے دامان رحمت میں اور اپنے سر پر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ رکھا۔

اس پر کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں اور نہ اس کو عہد وفا لازمی ہے جو چاہے کرے جس کو چاہے بخشے اور جس کو چاہے عذاب میں رکھے، جس کو چاہے نعمت دے اور جس پر چاہے رحم کرے، وہ جو کچھ کرتا ہے اس کا کوئی پوچھنے والا نہیں، جو جس کو چاہے بے حساب رزق عطا فرمادے اپنے فضل و کرم سے اور جس کو چاہے بالکل نہ دے اپنے عدل سے، ایسا کیوں نہ ہو جب کہ عرش سے لے کر زمین کے نیچے تک تمام خلقت اسی کی ملکیت اور صنعت ہے نہ اس کے سوا کوئی مالک ہے اور نہ کوئی خالق۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:

''کیا اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی پیدا کرنے والا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے سواء اور بھی معبود بر حق ہے؟ کیا تو اس کے واسطے کوئی اور بھی ہم نام جانتا ہے۔ کہہ دے یا اللہ، ملک الملک تو جس کو چاہے ملک دیتا ہے اور جس کو چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلت دیتا ہے۔ تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے، تحقیق تو ہر چیز پر قادر ہے''

جیسا کہ خود تو اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

''اور تو رزق دیتا ہے جس کو چاہے بغیر حساب کے اور تو اس پر قادر ہے۔''

ماخوذ از ''تذکرہ قادریہ'' ☆☆☆☆☆☆☆☆

علم تصوف۔۔ اہمیت اور ارتقاء

مظہر فرید سیفی

بلاشبہ تصوف انسانیت کے اعمال و کردار اور خیالات و افکار پر گہرا اثر چھوڑتا ہے سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک تصوف کے معاملات الہامی کتب اور اقوال و احادیث مبارکہ میں مکمل طور پر آ گئے ہیں اور ان نایاب موتیوں کو تلاش کرنے والے صحابہ کرام بالخصوص حضرات اہل صفہ اور صحبت نبوی ﷺ میں پہنچنے والے حضرات ہی تھے مگر علم تفسیر، علم حدیث اور علم فقہ کی طرح علم تصوف کی بھی اصطلاحات، تعریفات اور حقائق تابعین اور تبع تابعین کے ادوار میں ہی سامنے آنا شروع ہوئے۔ علم تصوف کی اہمیت و فضیلت پر اکابرین سلف صالحین کے اقوال جمع ہونے شروع ہوئے۔ اسی طرح تصوف بھی اپنی جامع اصطلاحات وتعریفات کے ساتھ علم و آگہی کے میدان میں پہنچ گیا اور تزکیہ نفس، تطہیر قلب اور ذکر الٰہی جیسی خصوصیات اس علم کی اساس ٹھہریں۔ اس پُرفتن دور میں انسانیت گمراہی کے اندھیروں میں گم ہے اور مشکلات و مصائب کی چکی میں پس رہی ہے اور اپنے مرض کا علاج کبھی کسی ''ازم'' اور کبھی ''جمہوریت'' میں تلاش کرتی پھرتی ہے لیکن انسانیت کی نجات اور فلاح و بہبود صاحبان راہ حق کے کردار، تعلیمات اور سیرت و احوال میں ہی مضمر ہے۔

اللہ رب العزت نے حضرت انسان کو دو چیزوں کا مجموعہ بنایا ہے ایک جسم اور دوسری روح۔ جس طرح جسم کی تربیت، صحت اور نشوونما اشیاء خوردنی سے منسلک ہے اسی طرح روح کے عروج اور ترقی کے لئے بھی اسباب تخلیق فرمائے اور تزکیہ نفس و تصفیہ قلب اس کی ضرورت قرار پائیں۔ اسی کا نام تصوف ہے اس تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کو بھی قرآن حکیم نے بعثت نبوی ﷺ کا ایک اہم مقصد قرار دیتے ہوئے فرمایا:

هو الذى بعث فى الامين رسولا منهم يتلو عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة.

''اللہ وہ ہی ہے جس نے ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول انہی میں سے بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے''۔

تزکیہ نفس۔۔۔کامیابی کی ضمانت

اب سوال یہ ہے کہ آخر تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کو انسان کی کامیابی اور بعثت کا مقصد کس سبب سے قرار دیا جارہا ہے؟ حدیث پاک میں آیا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست ہوجائے تو سارا جسم

درست ہوجاتا ہے اور اگر وہ خراب ہوجائے تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے اور وہ دل ہے۔

یہ بات بھی عیاں ہے کہ اچھائی اور برائی کی بنیاد دل کی کیفیت ہی بنتی ہے یہی وجہ ہے کہ قرب خداوندی کے لئے دل کی دنیا کا بدلنا ضروری ہے اس مقصد کی خاطر اہل دل، اہل تزکیہ یعنی اہل تصوف و طریقت کی صحبت نہایت ضروری ہے۔اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ و العشی یریدون وجھہ و لاتعد عینک عنھم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا و لاتطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھوٰہ و کان امرہ فرطا(الکھف:۲۸)

''اے بندے تو اپنے آپ کو ایسے لوگوں کی صحبت میں جمائے رکھ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں وہ اس کی رضا کے طالب بن کر رہتے ہیں اور تو اپنی نگاہوں کو ان سے نہ ہٹا، کیا تو دنیا کی زندگی کی آرائش چاہتا ہے اور اس شخص کی اطاعت کرتا ہے جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کردیا ہے اور وہ ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال (گمرہی میں) حد سے گزر گیا ہے''۔

یہی وجہ ہے کہ امام رازی، امام غزالی، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل جیسی نامور محقق اور علمی شخصیات نے تحصیل علم ظاہر کے ساتھ ہی کسی شیخ کامل کی صحبت کو تصوف و روحانیت وعلم باطن کے حصول کے لئے لازم قرار ہی نہیں دیا بلکہ صحبت اختیار بھی کی اور امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؓ نے حضرت امام جعفر صادقؒ کی صحبت میں گزارے گئے عرصہ دو سال کے بارے یہاں تک فرمادیا کہ

لو لا السنتان لھلک النعمان ''یعنی اگر نعمان کو دو سال کی یہ صحبت نہ ملتی تو وہ ہلاک ہوجاتا۔''

بہر حال اسلام میں اسی سبب سے تصفیہ باطن اور تزکیہ نفس کی ضرورت و اہمیت کو بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس کے لئے کسی اللہ والے کی صحبت کو لازم قرار دیا ہے اور یہی تصوف کا مرکز ومحور ہے۔

امام قشیری، امام غزالی، داتا علی ہجویری، ابوعلی قزوینی وغیرہم کی طرح ابومحمد جریری بھی تصوف کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

التصوف الدخول فی کل خلق سنی والخروج من کل خلق دنی

'' تصوف ہر اچھی عادت کو اپنانے اور ہر بری عادت سے نکل جانے کا نام ہے۔''

محمد بن قصاب نے اخلاق کریمہ کا نام تصوف تجویز کیا ہے

جبکہ شیخ الاسلام ذکریا انصاری لکھتے ہیں کہ تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیہ نفس، تصفیہ اخلاق، تعمیر ظاہر و باطن کے احوال کا علم ہوتا ہے تاکہ سعادت ابدی حاصل کی جائے۔

علم تصوف کی تدوین

دوسری صدی ہجری میں علم تصوف وطریقت کی باقاعدہ تدوین ہوئی اور باطنی کمالات حاصل کرنے کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں قواعد وضوابط مرتب کئے گئے۔حضرت ذوالنون مصری (م ۲۴۵ھ) وہ پہلے صوفی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مصر میں ترتیب احوال و مقامات اہل ولایت میں کلام فرمایا۔۔۔ انہی کے شاگردوں میں حضرت ابو سعید خراز بغدادی (م ۲۷۹ھ) پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے فناء و بقاء میں کلام فرمایا۔۔۔ بغداد میں حضرت ابوحمزہ محمد بن

ابراہیم بغدادی وہ پہلے صوفی تھے جنہوں نے مذاہب صوفیہ کو پہلی بار متعارف کرایا۔۔۔بعض محققین نے تصوف کو تاریخی حالات کی پیداوار کہا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ صوفیانہ زندگی گزارنے والے افراد ہر دور میں پائے جاتے ہیں اور آئمہ مفسرین، آئمہ محدثین، آئمہ فقہا اور ان کے علوم کی اصطلاحات کی طرح علم تصوف کی اصطلاحات بھی وقت کے ساتھ ساتھ سامنے آتی رہیں اور سب سے پہلے ''صوفی'' کا لفظ ابوہاشم کوفی (م۱۶۰ھ۔۷۷۷ء) کے لئے استعمال ہوا اور سفیان ثوری (م۱۶۱ھ۔۷۷۸ء) جیسے بلند پایہ عالم اور محدث نے ابوہاشم کوفی کی صحبت سے فیض پایا۔۔۔صوفیاء کرام کے ابتدائی طبقہ میں فضیل بن عیاض جنہوں نے شام میں وفات پائی۔۔۔ حضرت ابراہیم بن ادھم (م۱۶۲ھ۔ ۷۷۹ء) شام۔۔۔ حضرت معروف کرخی (م۲۰۰ھ بغداد)۔۔۔شفیق بلخی، خراسان (م۱۹۴ھ شہید ہوئے) کے نام قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح ابتدائی کتب تصوف اس لئے منظر پر آئیں تاکہ علم تصوف کی حقیقت سے کسی کو کوئی مغالطہ پیدا نہ ہو چنانچہ عبداللہ بن مبارک نے ۱۸۱ ہجری میں کتاب الزہد مرتب فرمائی۔۔۔ ابوعبداللہ بن حارث بن اسد بخاری (م ۲۴۳ھ) نے الخلوۃ والتنقل فی العبادۃ التفکر والاعتبارۃ اور الرعایۃ الحقوق اللہ لکھی۔۔۔ یہ کتب خاص موضوعات پر تھیں۔

بعد میں صوفیانہ تعلیم پر جامع کتب سامنے آئیں ان میں ابوبکر بن ابواسحاق محمد بن ابراہیم بن یعقوب الکلابازی کی کتاب التعرف لمذھب اھل تصوف ہے۔۔۔اور اسی دور کی مایہ ناز کتاب کتاب اللمع فی التصوف ابونصر عبداللہ بن علی بن محمد بن یحییٰ سراج طوسی کا شاہکار ہے۔۔۔ انہی کے ہمعصر ابوطالب محمد بن علی بن عطیہ مکی حارثی (متوفی ۳۸۶ھ) نے قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب و وصف طریق المریدالی مقام التوحید لکھی اور ابو طالب مکی کی خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے فقہی مسائل کو صوفیانہ رنگ میں پیش کیا۔۔۔جبکہ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری (م ۴۶۵ھ) کا الرسالۃ القشیریہ صوفیاء کرام کے مختصر تعارف اور صوفیانہ اصطلاحات کی تشریح کا آئینہ دار ہے۔۔۔حضرت علی بن عثمان ہجویری داتا صاحب (م ۴۶۵ھ) کی تصانیف ''کشف المحجوب'' اور ''کشف الاسرار'' مقبول زمانہ کتب ہیں۔ انگریزی، اردو اور سندھی زبان میں کشف المحجوب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

سلاسل اربعہ کا مختصر تعارف

صوفیائے کرام نے قرب خداوندی کے حصول اور تزکیہ و تصفیہ کی خاطر مختلف اسلوب اور طریقے وضع کئے لیکن چند طریق ایسے ہیں جن کو عرب وعجم میں خوب شہرت ملی، چار بڑے سلاسل طریقت ہمارے سامنے ہیں جو تصوف کے اہم ترین ستون ٹھہرے۔

☆سلسلہ نقشبندیہ

پہلا سلسلہ نقشبندیہ جو حضرت خواجہ محمد بہاء الدین نقشبند سے منسوب ہے۔ سلسلہ طریقت کے اعتبار سے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے اور حضرت خواجہ کا سلسلہ نسب پچیس واسطوں سے حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ حضرت خواجہ امیر کلال کے خلیفہ ہیں لیکن اویسی طریقے کے مطابق حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے مستفیض

ہوئے۔ ولادت شہر بخارا سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر قصر عارفاں میں 4 محرم 718ہجری میں ہوئی اور وفات 3 ربیع الاول 791ہجری میں ہوئی۔

☆سلسلہ قادریہ

دوسرا سلسلہ طریقت قادریہ ہے جوکہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینیؒ سے شروع ہوتا ہے اور حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب بھی حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰؓ اور حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کی ولادت یکم رمضان 470ہجری جیلان میں ہوئی، اسی نسبت سے جیلانی کہلاتے ہیں اور وفات 11 ربیع الآخر 561ہجری بغداد میں ہوئی۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی (م ۷ محرم 513ہجری) سے خرقہ ولایت وخلافت عطا ہوا۔ آپ کے وعظ میں اس قدر تاثیر تھی کہ دوران وعظ لوگ وجد میں آ کر بے خود ہوجاتے۔ آپ کی تصانیف میں فتوح الغیب، الفتح الربانی، غنیۃ الطالبین، مکتوبات غوثیہ وغیرہ شامل ہیں۔ ماگولیتھ نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں مقالہ عبدالقادر محی الدین جیلانی کے تحت تقریباً 19 کتابوں کے نام آپ سے منسوب کئے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ سب کتابیں حضرت غوث الاعظم کی کمال تفقہ فی الدین اور تبحر علمی کی زبردست گواہ ہیں۔

☆سلسلہ سہروردیہ

تیسرا سلسلہ سہروردیہ ہے۔ اس سلسلہ کی ابتداء حضرت شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی نے کی۔ ان کی ولادت 490ہجری میں اور وفات 564ہجری میں بغداد میں ہوئی۔ سلسلہ طریقت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے ملتا ہے۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کے بھائی شیخ احمد غزالی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ حماد باس کی صحبت سے بھی روحانی فیض پایا۔ ان کے خلفا نے آپ کی صوفیانہ تحریک کو جدا جدا ناموں سے رائج کیا۔ مثلاً کبرویہ، شطاریہ، فردوسیہ وغیرہ لیکن آپ کے بھتیجے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی نے اس سلسلہ کو اپنے خلفاء کی بدولت چہار دانگ عالم میں متعارف کرایا۔ حضرت شیخ ابونجیب عبدالقاہر کا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق سے جاملتا ہے اور سلسلہ طریقت حضرت حسن بصری سے ہوکر حضرت علی تک جاملتا ہے۔ آپ نے بلند پایہ تصانیف لکھیں مگر ''آداب المریدین'' اور ''شرح اسماء الحسنٰی'' ہی آپ کی یادگار کی صورت میں باقی ہیں جبکہ حضرت شہاب الدین عمر سہروردی جو کہ اپنے چچا کے علاوہ غوث الاعظم کے بھی صحبت یافتہ ہیں کی تصانیف میں ''جذب القلوب فی مواصلۃ المحبوب''، ''شف النصائح''، ''اعلام الھدیٰ'' اور ''عوارف المعارف'' نہایت ہی بلند مقام کی حامل ہیں۔

☆سلسلہ چشتیہ

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہیں۔ چشت خراسان کے ایک شہر کا نام ہے جہاں اولیاء کرام نے دینی و روحانی فریضے انجام دیئے اور حضرت خواجہ ابواسحاق (م ۳۲۹ھ) پہلے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ چشتی لکھا گیا۔ قادریہ اور سہروردیہ کی طرح یہ سلسلہ طریقت بھی حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔ ابواسحاق کے نام کے ساتھ چشتی کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ الہدایہ ابن شیخ عبدالرحیم کے تذکرہ سیر الاقطاب میں ہے کہ حضرت ابواسحاق شامی

بغداد میں اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے پیرو مرشد حضرت ممشاد علی دینوری نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ ۔۔۔ عرض کیا: غلام کو ابواسحاق چشتی کہتے ہیں۔ مرشد نے بڑی محبت سے فرمایا: کہ تم خواجہ چشت ہو اور چشت میں اسلام تمہارے قدم کی برکت سے پھیلے گا۔ خلافت و اجازت پانے کے بعد چشت واپس تشریف لائے اور خواجہ چشت کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے اور حضرت ابواسحاق چشتی کے درمیان طریقت کے چھ واسطے ہیں جبکہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اپنے شجرہ طریقت میں 16ویں نمبر پر آتے ہیں اور حضرت ابواسحاق کا نواں نمبر ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری 534 میں بجستان میں پیدا ہوئے اور سلسلہ نسب حضرت امام زین العابدین کے ذریعے حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے بیعت و خلافت کا سلسلہ رہا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ، سید عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب سہروردی، خواجہ یوسف ہمدانی، جلال الدین شیرازی اور شیخ احمد خضرویہ سے بھی روحانی فیوضات حاصل کئے۔ 10 محرم 561 ہجری کو اجمیر آ کر ہندوستان کو فیضیاب کیا اور 632 ہجری میں واصل بحق ہوئے۔

پاکستان میں تصوف کی ابتداء و ارتقاء

پاکستان میں تصوف کی ابتداء و ارتقاء خواجہ حسن بصری کے معتقدین کی بدولت ہوئی اور سندھ میں دوسری صدی ہجری میں تصوف کی کرنیں پہنچیں۔ بایزید کہتے ہیں کہ میں نے ان سے (ابوعلی سندھی جو کہ سندھ سے عربستان گئے تھے) فنا اور توحید (تصوف) کا علم سیکھا اور ابوعلی نے مجھ سے الحمد اور قل ھو اللہ احد کی تفسیر معلوم کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سندھ میں صوفیانہ تعلیمات کا اثر دوسری اور تیسری صدی ہجری میں موجود تھا اور مولانا عبدالرحمٰن جامی نے ابوعلی سندھی کا ذکر اپنی کتاب نفحات الانس میں کیا ہے۔

پانچویں صدی ہجری میں حضرت خواجہ ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش لاہور تشریف لائے۔ ان سے قبل شیخ حسن زنجانی لاہور میں موجود تھے۔ اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم کے فرزند سید ابوعبدالرحمٰن شرف الدین عیسٰی بھی سندھ آئے اور شہر ہالا یعنی حیدر آباد میں قیام کیا۔ بعد میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے سید ابومحمد سراج الدین اور حضرت مخدوم سید ابوعبداللہ محمد غوث گیلانی پنجاب میں آئے اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کر کے لوگوں کو راہ راست پر لائے۔ چھٹی صدی ہجری میں خواجہ معین الدین چشتی نے لاہور و ملتان سے ہوتے ہوئے اجمیر میں جا کر سکونت اختیار کی۔ چھٹی، ساتویں ہجری میں ہی سید عثمان شہباز قلندر سندھ آئے اور یہ غوث بہا الدین زکریا ملتانی کا دور ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی اولاد میں سے شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی جو 971 ہجری کو پیدا ہوئے اپنے والد سے چشتیہ سلسلہ اور شاہ کمال کیتھلی سے سلسلہ قادریہ میں فیضیاب ہوئے اور نقشبندیہ میں خواجہ باقی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ان کی وجہ سے برصغیر میں اکبر بادشاہ اور جہانگیر بادشاہ کے دور میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ ہوا۔ قبل ازیں قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کافی پھیل چکے تھے۔ پاکستان میں باقاعدہ صوفیانہ تعلیمات پھیلانے میں پانچویں، چھٹی، ساتویں اور نویں ہجری کے بزرگوں کا بہت بڑا حصہ ہے اور روحانیت و تصوف کی روشنی سے لاکھوں لوگ دین کی طرف راغب ہوئے۔

❁❁❁❁❁

حدود قوانین

تشریح اور اطلاق

انوار اختر ایڈووکیٹ

حال ہی میں پاکستان کے حدود قوانین بالخصوص جرم زنا آرڈیننس کے حوالے سے پاکستان میں ایک بحث چل نکلی ہے جسے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا بھرپور کوریج دے رہا ہے۔ حدود آرڈیننس پر اعتراضات اور بحث کی بنیاد دو مکاتب فکر ہیں۔ ایک سیکولر طبقہ ہے جو حدود آرڈیننس کی یکسر منسوخی چاہتا ہے اور تعزیرات پاکستان کوڈ 1860 کے قوانین کی بحالی چاہتا ہے۔ جبکہ دوسرا مذہبی طبقہ ہے جو کہ ان قوانین کو اسلام کے مطابق قرار دیتا ہے۔ البتہ اس بات سے اتفاق کرتا ہے کہ حدود آرڈیننس میں شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اور حدود اللہ کو چھیڑے بغیر صرف ضابطہ جاتی اور تشریحی ترامیم ہوسکتی ہیں۔ اگر تعزیرات پاکستان اور حدود آرڈیننس میں درج ذیل قوانین کا بغور مطالعہ کیا جائے تو بہت سے سوالات حل اور ابہام دور ہوسکتے ہیں۔

سابقہ قوانین:

حدود قوانین کے نفاذ سے قبل تعزیرات پاکستان کوڈ 1860 میں جرم زنا کے متعلق دو بنیادی دفعات 375 اور 497 تھیں۔ تعزیرات پاکستان کوڈ کی دفعہ 497 کے تحت یہ جرم قابل ضمانت اور قابل راضی نامہ تھا اور 5 سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں ہوسکتی تھیں۔ تعزیرات پاکستان کے قانون کے تحت کسی غیر شادی شدہ عورت، کنواری لڑکی، بیوہ یا مطلقہ سے کیا گیا فعل زنا تصور نہیں ہوتا تھا اور اس قانون کے تحت جرم میں شریک خاتون کے لئے کوئی سزا مقرر نہ تھی۔ اس قانون میں زنا کے جرم میں عورت کا شوہر ہی ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرواسکتا تھا کسی اور کو یہ حق حاصل نہ تھا۔ اس قانون کے تحت خاوند اور بیوی کی رضامندی سے اگر کوئی شخص جرم کا مرتکب ہوتو اسے مجرم نہیں گردانا جاسکتا تھا۔ جبکہ تعزیرات پاکستان کوڈ کی دفعہ 376 کے تحت زنا بالجبر کی سزا دس سال تک تھی جو کہ قابل ضمانت اور ناقابل راضی نامہ جرم تھا۔

حدود قوانین کا نفاذ

سال 1979 میں تعزیرات پاکستان میں جرم زنا کے قوانین کو منسوخ کر کے جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس VII آف 1979 کو نافذ کیا گیا۔

جرم زنا بالرضا: حد زنا آرڈیننس کے آرٹیکل 4 میں اس جرم زنا کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔ "ایک مرد اور ایک عورت جو جائز طور پر آپس میں شادی شدہ نہیں ہیں، زنا کے مرتکب قرار پائیں گے، اگر وہ ایک دوسرے کے ساتھ بغیر کسی جبر کے رضامندی سے ناجائز تعلقات قائم کرتے ہیں۔"

زنا بالرضا کی سزا: سزائے حد کا معیار یہ ہے کہ اگر زنا کار مرد یا عورت محصن (شادی شدہ) ہو تو اسے جائے عام پر سنگسار (بشمول سزائے موت) کیا جائیگا لیکن اگر وہ مرد یا وہ عورت محصن نہ ہو تو اسے جائے عام پر ایک سو کوڑوں کی سزا دیجائے گی۔

زنا بالجبر کی سزا: زنا بالجبر مستوجب حد ہے اگر وہ مرد یا عورت محصن (شادی شدہ) ہو تو اسے جائے عام پر سنگسار (بشمول سزائے موت) کیا جائے گا یا اگر وہ یا وہ عورت محصن نہ ہو تو اسے ایک سو کوڑوں کی سزا اور ایسی دیگر سزا دیجائے گی جس میں موت کی سزا شامل ہے۔

سزا حد کے لئے ثبوت کا معیار: آرٹیکل 8 میں حکم یہ ہے کہ زنا یا زنا بالجبر مستوجب حد کا ثبوت حسب ذیل ہیں سے کسی ایک شکل میں ہوگا یعنی

الف۔ ملزم کسی عدالت مجاز کے روبرو جرم کے ارتکاب کا اقبال کرے یا۔

ب۔ کم از کم چار بالغ مرد مسلمان گواہ جن کے بارے میں عدالت کو تزکیہ الشہود کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ اطمینان ہو جائے کہ وہ عادل اشخاص ہیں اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ جرم کے لئے مطلوبہ فعل مباشرت کے چشم دید گواہوں کی حیثیت سے گواہی دیں، مگر شرط یہ ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو چشم دید گواہ بھی غیر مسلم ہو سکتے ہیں۔

زنا یا زنا بالجبر کی تعزیر: اگر سزا حد کے لئے مقررہ چار گواہان کے ثبوت کا معیار پورا نہ ہو تو "حد" نافذ نہ ہوگی البتہ آرٹیکل 10 کے تحت "تعزیر" میں سزا دی جاتی ہے بشرطیکہ ملزم بالکل بے گناہ ثابت نہ ہو۔

جو کوئی بھی زنا مستوجب تعزیر کا ارتکاب کرلے اسے دس سال تک کی مدت کے لئے قید سخت اور ۳۰ کوڑوں کی سزا دیجائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔ جو کوئی بھی زنا بالجبر کا مستوجب تعزیر کا ارتکاب کرے گا اسے ۴ تا ۲۵ سال تک کی مدت کے لئے قید کی سزا دیجائے گی اور ۳۰ کوڑوں کی سزا بھی دی جائے گی۔

قذف

اگر کسی بے گناہ پر زنا کا جھوٹا الزام لگایا جائے تو اسکے لئے "جرم قذف (نفاذ حدود) آرڈیننس VIII آف 1979 بھی نافذ کیا گیا ہے۔

قذف میں سزائے حد: آرٹیکل ۵ میں درج ہے کہ جو کوئی بھی بالغ ہوتے ہوئے قصداً اور بلا ابہام کسی خاص شخص کے خلاف جو محصن (شادی شدہ) ہو اور جماع کرنے پر قادر ہو، قذف زنا کا ارتکاب کرے تو وہ اس آرڈیننس کے احکام کے تابع قذف مستوجب حد کا مرتکب کہلائے گا۔

قذف کا ثبوت: آرٹیکل ۶۔ جرم قذف مستوجب حد حسب ذیل میں سے کسی ایک طور پر ثابت کرنا ہوگا۔

الف۔ ملزم کسی عدالت مجاز سماعت کے روبرو جرم کا ارتکاب کا اقبال کرے۔

ب۔ ملزم عدالت کی موجودگی میں قذف کا ارتکاب کرے۔

ج۔ قذف کا شکار شخص کے علاوہ کم از کم دو بالغ مسلمان مرد گواہ جن کے بارے میں عدالت کو تزکیہ الشہود کا لحاظ رکھتے ہوئے اطمینان ہو جائے کہ وہ عادل اشخاص ہیں اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں قذف کے ارتکاب کی براہ راست شہادت دیں مگر شرط یہ ہے کہ اگر ملزم غیر مسلم ہو تو گواہ غیر مسلم ہو سکتے ہیں مزید شرط یہ ہے کہ مستغیث یا اس کی طرف سے اختیار یافتہ شخص کا بیان گواہوں کے بیانات قلمبند کئے جانے سے پہلے قلمبند کیا جائے گا۔

قذف کی سزائے حد: آرٹیکل ۷ کے مطابق جو کوئی بھی قذف مستوجب حد کا ارتکاب کرے اسے ۸۰ کوڑوں کی سزا دیجائے گی اور اسکے بعد کوئی شخص جو جرم قذف میں سزائے حد پا جائے اس کی گواہی کسی عدالت میں قابل سماعت نہیں ہوگی۔

قذف کا استغاثہ کون کرے گا؟ دفعہ نمبر ۸ میں درج ہے کہ اس آرڈیننس کے تحت کوئی کاروائی شروع نہیں کی جائے گی سوائے اس کے کہ حسب ذیل صورتوں میں پولیس کو کی گئی رپورٹ پر کسی عدالت میں دائر شدہ استغاثہ پر ایسا کیا جائے۔ یعنی

الف۔ اگر وہ شخص جس کی نسبت قذف کا ارتکاب کیا گیا ہو زندہ ہو تو مذکورہ شخص یا اس کی طرف سے مجاز کردہ کوئی شخص پولیس میں رپورٹ یا عدالت میں استغاثہ کر سکتا ہے۔

ب۔ اگر وہ شخص جس کی نسبت قذف کا ارتکاب کیا گیا ہو فوت ہو چکا ہے تو اس کے اجداد یا اولاد میں سے کوئی بھی شخص پولیس میں رپورٹ یا عدالت میں استغاثہ کر سکتا ہے۔

قذف مستوجب تعزیر: آرٹیکل ۱۰ میں درج ہے کہ جو کوئی بھی ایسے قذف کا ارتکاب کرلے جو مستوجب حد نہ ہو یا جس کے لئے دفعہ ۶ میں مذکورہ صورتوں میں سے کسی قسم کا ثبوت دستیاب نہ ہو یا جس کے لئے دفعہ ۹ کے تحت سزائے حد عائد یا نافذ نہ کی جاسکتی ہو تو اسے قذف مستوجب تعزیر کا مرتکب کہا جائیگا بشرطیکہ وہ بے گناہ قرار نہ پایا گیا ہو۔ آرٹیکل ۱۱ جو کوئی بھی قذف مستوجب تعزیز کا ارتکاب کرے اس کو 2 سال تک کی مدت کے لئے کسی بھی قسم کی قید اور 40 کوڑوں تک کی سزا دیجائے گی اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

حدود آرڈیننس پر اعتراضات

حدود آرڈیننس کے نفاذ سے ہی اعتراضات کا سلسلہ شروع ہوا جبکہ اب ان اعتراضات کو ایک بحث کی صورت میں الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا میں پیش کیا گیا۔ جس میں درج ذیل سوالات سامنے آئے:۔

سوال: حدود آرڈیننس کو ایک خدائی قانون کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ جسے چھوا نہیں جا سکتا۔ کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں۔؟

سوال: حدود اللہ پر کوئی بحث نہیں! کیا حدود آرڈیننس اسلامی ہے؟

سوال: حدود آرڈیننس نے زنا اور زنا بالجبر کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا ہے! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ دونوں ایک ہی نوعیت کے جرائم ہیں؟

سوال۔ حدود آرڈیننس کے تحت اگر کوئی کسی پر غلط الزام لگاتا ہے تو اس پر قذف عدالت خود بخود نہیں لگاتی۔ مظلوم کو اس کے خلاف ایک اور مقدمہ درج کرنا پڑتا ہے! کیا یہ اسلامی ہے؟۔

سوال۔ کیا حدود آرڈیننس شریعت کی درست تشریح ہے؟ سوال۔ کیا یہ امتیازی اور غیر منصفانہ قانون ہے؟

حدود آرڈیننس پر مختلف طبقات کے اعتراضات

1۔ یہ قوانین فرد واحد نے جاری کئے اور ان کا نفاذ غیر جمہوری انداز میں ہوا۔

2۔ اسلامی نظریاتی کونسل حدود قوانین میں ترامیم کی ضرورت کو تسلیم کر چکی ہے اور واجدہ رضوی کمیشن کے کچھ ارکان بھی ترامیم کے حق میں رائے دے چکے ہیں ان قوانین میں تبدیلی اور ترمیم کی مخالفت کا کوئی جواز نہیں ہے۔

3۔ حدود زناء آرڈیننس میں عورت کو گواہی سے محروم کر دیا گیا ہے اگر کسی عورت کے ساتھ کسی ایسی جگہ زیادتی کی جاتی ہے جہاں کوئی مرد گواہ موجود نہ ہو اور صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں تو موجودہ قانون کے تحت مجرم سزا سے صاف بچ جائے گا۔

4۔ جو زنا اور قذف کے قوانین عیسائیوں کے ازدواجی قانون سے متصادم ہیں یہ عیسائی مذہب میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔

5۔ اسلامی قوانین کا اطلاق مسلمانوں پر ہونا چاہے غیر مسلموں پر ان کا اطلاق درست نہیں۔

6۔ زناء آرڈیننس پر عملدر آمد کے دوران زنا یا زنا بالجبر کے مقدمات میں عورت تو ہر حال میں قانونی شکنجہ میں پھنس جاتی ہے لیکن مرد اکثر اوقات بچ نکلتا ہے۔

7۔ این جی اوز کی جانب سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دھوکہ دہی کا شکار ہو کر اغواء ہونے والی بے قصور خواتین کو بھی ان قوانین کی وجہ سے جرائم میں ملوث کر لیا جاتا ہے جو عورتوں کے ساتھ سراسر زیادتی کے مترادف ہے۔

8۔ حدود قوانین کی وجہ سے عورتوں کی کثیر تعداد جیلوں میں بند ہے جس سے اس ملزم عورت کا معاشرہ میں مقام متاثر ہوتا ہے۔

9۔ حدود قوانین میں لڑکی کی بلوغت کی عمر زیادہ لکھی گئی ہے۔

10۔ حدود قوانین بنیادی انسانی حقوق سے متصادم ہیں اس لئے انہیں منسوخ کر دینا چاہیے۔

سابقہ اور موجودہ قوانین کا تقابلی جائزہ

1۔ سابقہ قانون میں کسی غیر شادی شدہ عورت، کنواری لڑکی، بیوہ یا مطلقہ سے کیا گیا فعل زنا تصور نہیں ہوتا تھا۔ جبکہ موجودہ قانون کے مطابق اپنی بیوی کے سوا کسی بھی شادی شدہ یا غیر شادی شدہ عورت سے زیادتی کا مجرم قرار دیا جاسکتا ہے۔

2۔ سابقہ قانون میں اس جرم میں شریک خاتون کے لئے کوئی سزا مقرر نہ تھی۔ حدود قوانین نے یہ استثنیٰ ختم کر دیا ہے۔

3۔ سابقہ قانون میں زنا کے جرم میں عورت کا شوہر ہی اس کے خلاف مقدمہ درج کروا سکتا تھا کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں تھا لیکن حدود قوانین کے مطابق کوئی بھی شہری مدعی بن سکتا ہے کیونکہ سابقہ قانون کے مطابق خاوند اور بیوی کی رضا مندی سے اگر کوئی شخص جرم کا مرتکب ہوتا اسے مجرم نہیں گردانا جاسکتا تھا لیکن موجودہ حدود قوانین نے یہ استثنیٰ ختم کر دیا ہے۔

4۔ سابقہ قانون کی رو سے زنا کا جرم قابل راضی نامہ تھا یعنی اگر مدعی ملزم کو معاف کر دیتا تو مقدمہ خارج کر دیا جاتا تھا موجودہ قوانین نے اس جرم کو نا قابل معافی جرم کا درجہ دے دیا ہے۔

5۔ سابقہ قانون میں جرم زنا قابل ضمانت تصور ہوتا تھا ملزم گرفتاری کے فوراً بعد ہی ضمانت کا حق رکھتا تھا حدود قوانین نے اس جرم کو نا قابل ضمانت قرار دیا ہے اور صرف مخصوص حالات کی بنا پر ضمانت ہوسکتی ہے یا فوجداری قوانین کے تحت عورت کی ضمانت ہوسکتی ہے۔

6۔ سابقہ قانون کی رو سے زنا کے جرم پر پانچ سال قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی تھیں جبکہ موجودہ قانون کی صورت میں شادی شدہ مجرم کو سنگساری کے ذریعے سزائے موت یا غیر شادی شدہ کو 100 کوڑے اور تعزیر کی صورت میں دس سال قید اور 30 کوڑوں اور جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔

7۔ حدود قوانین میں شادی شدہ عورت یا مرد کے لئے زنا بالجبر کی سزا سنگسار کے ذریعے سزائے موت اور غیر شادی شدہ کے لئے 100 کوڑے مقرر کی گئی ہے اور ایسی دیگر سزا جس میں موت کی سزا شامل ہے۔ جبکہ سابقہ قانون میں اس جرم کی سزا دس سال تک قید اور جرمانہ تھی۔

8۔ حدود قوانین میں یہ اہتمام بھی رکھا گیا ہے کہ اگر تزکیہ الشہود کا معیار ثبوت میسر نہ ہو اور ملزم بے گناہ بھی قرار نہ پائے تو مقدمے کے دیگر حالات و واقعات کی روشنی میں اسے تعزیر میں سزا دی جاسکتی ہے جو کہ زنا کی صورت میں دس سال تک قید کی سزا اور 30 کوڑے کی سزا اور زنا بالجبر کی صورت میں 4 سال تا 25 سال قید کی سزا اور 30 کوڑوں کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اگر اس جرم کا ارتکاب دو یا دو سے زائد افراد ہم مشورہ ہو کر کریں تو ایسے تمام افراد کو سزائے موت بھی دی جاسکتی ہے۔

مختلف مکاتب فکر کے علماء کی طرف سے مجوزہ ترمیمات

1۔ حدود اللہ پر بحث نہیں (رب العالمین کا قانون قرآن و سنت میں موجود ہے) مگر کیا حدود آرڈیننس (اللہ کے قانون کی

انسانی تشریح) اسلامی ہے؟

2۔ زنا بالرضا (زنا بالجبر نہیں) کا مقدمہ یا FIR اس وقت تک درج نہ کیا جائے۔ جب تک شکایت کرنے والا اپنے ساتھ چار گواہ نہ لے کر آئے۔ جو شکایت کنندہ کے ساتھ خود بھی الزامات کی تصدیق کرے۔

3۔ زنا بالرضا کے الزام میں عورتوں کو جیل نہ بھیجا جائے۔

4۔ زنا بالرضا (زنا بالجبر نہیں) کے ملزم یا ملزمہ کی بے گناہی ثابت ہو جائے تو شکایت کنندہ کو فوراً قذف کی سزا دی جائے تا کہ نیا مقدمہ نہ کرنا پڑے۔

5۔ حاملہ اگر اپنی عصمت دری کا دعوی کرے تو اس پر زنا کا الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ حمل کو زنا بالرضا (زنا بالجبر نہیں) کے ثبوت کے طور پر نہیں لیا جانا چاہیے۔

6۔ حدود اللہ میں جرم زنا بالرضا کی انتہائی سزا 100 کوڑے ہیں یہ سزا اس وقت دی جاتی ہے جب پوری طرح جرم ثابت ہو جائے اگر کم درجے میں ثابت ہو تو تعزیر میں سزا نہ دی جائے کہ جرم یا تو سو فیصد ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لہذا ثبوت میں کمی کے باعث سزا میں کمی یا اضافہ ناانصافی ہے۔

7۔ زنا بالجبر کا شکار ہونے والے پر قذف نہیں لگ سکتی قذف کا اطلاق زنا بالرضا کے جھوٹے مقدمہ میں ہوتا ہے۔ زنا بالجبر کے مقدمہ پر نہیں۔ زنا بالجبر کا ملزم بری ہونے پر قذف کا الگ مقدمہ کرے اور ثابت کرے کہ الزام بدنیتی پر مبنی تھا۔

8۔ زنا بالرضا کے جرم میں قرآن حکیم نے حد لاگو کرنے کے لئے چار گواہان کی شرط لگائی ہے جبکہ زنا بالجبر کے معاملہ میں شہادتوں اور ثبوت کا درجہ مقرر نہیں کیا گیا۔ لہذا ایسے جرائم کو چھوڑ کر جن میں مطلوبہ ثبوت اور شہادتوں کا خاص طور پر ذکر ہے باقی جرائم کا مقدمہ عام کاروائی کے ضابطوں کے تحت چلنا چاہیے لہذا ہم یہ اجتہاد کر سکتے ہیں کہ بدکاری اور زنا بالجبر دو الگ الگ جرائم ہیں۔

9۔ زنا بالرضا اور زنا بالجبر کے لئے شہادتوں میں فرق کو مدنظر رکھا جائے۔ زنا بالجبر کے مقدمہ میں سائنس اور میڈیکل کے ذریعے جرم ثابت ہو جائے تو مجرم پر حد کا اطلاق ہونا چاہیے۔

10۔ پاکستان میں حدود آرڈیننس کا اطلاق غیر مسلموں پر بھی کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ غیر مسلموں کے مقدمات ان کی مذہبی تعلیم کے مطابق چلنے چاہیے ورنہ یہ جبر اور دباؤ کا معاملہ ہوگا۔ لہذا ان معاملات میں غیر مسلموں پر مقدمہ عام قوانین یعنی پاکستان پینل کوڈ کے تحت ہونا چاہے۔

11۔ گواہوں کے معیار کا تعین کرتے وقت حدود آرڈیننس میں مذہب اور جنس کی بنا پر تمیز شریعت کے منافی ہے۔

حدود آرڈیننس کی عدالتی تشریحات

آج تک مختلف اعلی عدالتوں نے حدود قوانین کے مقدمات کے فیصلہ جات کرتے ہوئے ان قوانین کی تشریحات کیں جن میں چند ایک فیصلے حسب ذیل ہیں جن سے مندرجہ بالا سوالات سے متعلق ضروری وضاحتیں ملتی ہیں۔

1۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے فیصلہ PLD-1983-FSC.255 میں سزائے رجم کو عین اسلامی قرار دیا

2۔ ثبوت جرم زنا بالرضا کے لئے چار گواہوں کی شرط قرآن حکیم سورۃ النساء آیت نمبر 15 اور سورۃ نور کی آیت نمبر 4 کی بنیاد پر قانون میں شامل کی گئی ہے۔

3۔ قانون شہادت 1984 کے آرٹیکل 17 کی ذیلی دفعہ 2-B میں صراحت کی گئی ہے کہ حد زنا کے نفاذ سے قطع نظر، زنا کے مقدمے میں عدالت ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی پر تعزیر کی سزا دے سکتی ہے۔ عدالت کو یہ بھی اختیار حاصل ہے کہ گناہ

کے اثبات کے لئے گواہوں کی تعداد اور اہلیت کے متعلق بھی فیصلہ کرے عدالت عالیہ نے ایک مقدمے میں اس اصول کے حسب ذیل الفاظ میں صراحت کی ہے۔"قرآن وسنت کے ساتھ ساتھ مقدمہ کے حالات و واقعات کے پیش نظر گواہوں کی تعداد اور اہلیت کے تعین کا اختیار عدالت کو حاصل ہے۔" (1992ء پاکستان کریمنل لاء جنرل ص1520)

4۔ سپریم کورٹ آزاد کشمیر نے قصاص اور زنا کے مقدمات میں عورت کی گواہی کے حوالے سے یہ اصول بیان کیا ہے کہ قصاص اور نفاذ حدود کے مقدمات میں بھی چار مرد گواہوں کی شہادت کے بعد مزید شہادت کے لئے عورتوں کی گواہی میں کوئی امر مانع نہیں ہے (پی ایل ڈی 1979 سپریم کورٹ (آزاد کشمیر ص56)

5۔ 1979ء میں جبراً زیادتی کے ایک مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے کراچی ہائی کورٹ نے صرف ایک مظلومہ عورت کے بیان کو کافی گردانا اور قرار دیا کہ "زنا بالجبر" کے کیس میں مقدمے کے حالات و واقعات کے پیش نظر زیادتی کا شکار ہونے والی عورت کے بیان پر ملزم کو سزا دی جاسکتی ہے (پی ایل ڈی 1979 کراچی ص 147)۔

6۔ اسی طرح وفاقی شرعی عدالت نے خود بھی بہت سے مقدمات میں عورتوں کی گواہی پر زنا بالجبر کے ملزمان کو سزائیں سنائی ہیں اور عورتوں کی گواہی کے حق کو تسلیم کیا ہے متعلقہ مقدمے کا فیصلہ کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت نے قرار دیا کہ "حدود و قصاص کی متعین سزاؤں میں اگرچہ بالعموم فقہاء مردوں کی عینی شہادت کو لازم سمجھتے ہیں لیکن حدود سے فروتر تعزیری سزاؤں میں عورتوں کی چشم دید شہادت اور شہادت بالقرائن کو بھی آئمہ سلف نے قابل قبول قرار دیا ہے۔ (پی ایل ڈی 1982 وفاقی شرعی عدالت ص 113)۔

بحث کے محرک الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا اور اسکے مقابل میڈیا میں بھی حدود آرڈیننس زیر بحث رہا اور مندرجہ بالا سوالات کے درج ذیل جوابات میسر آئے۔

1۔ حدود آرڈیننس میں زنا بالرضا کے الزام پر چار مرد مسلمان گواہان کی شرط الزام لگانے والے فریق کے لئے ہے تاکہ زیر الزام عورت اور مرد کی عزت و ناموس محفوظ رہے زنا بالرضا کا الزام لگانے والے تیسرے فریق کو کہا جاتا ہے کہ عورت و مرد کی عزت و تقدس اہمیت کی حامل ہے اگر تم کوئی الزام لگاتے ہو تو 4 مرد مسلم گواہ لاؤ یعنی بار ثبوت الزام لگانے والے پر ہے۔

2۔ جبکہ زنا بالجبر کے کیس میں عورت کے بیان میڈیکل اور واقعاتی شہادت پر بھی ملزم کو سزا ہوسکتی ہے۔

3۔ حدود آرڈیننس میں حد لاگو کرنے کے لئے تزکیہ الشہود کی شرائط کے تحت 4 مرد مسلمان گواہان کی شرط سے عورتوں اور غیر مسلموں کا استثناء دراصل انہیں ایک انتہائی خطرناک اور بھاری ذمہ داری سے بچانے کے لئے ہے کیونکہ اسلام میں گواہی حق نہیں ذمہ داری ہے۔ البتہ اگر وقوعہ کے موقع پر عورت یا غیر مسلم گواہ میسر ہوتو وہ گواہی دے سکتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں عورت یا غیر مسلم کی گواہی کی ممانعت نہیں کی گئی البتہ اس صورت میں حد لاگو نہیں ہوگی بلکہ تعزیر میں سزا دی جاسکتی ہے۔

4۔ حدود قوانین میں سخت سزا کے خوف کے فلسفہ کے تحت ایک شخص کو سزا دیکر اسے پوری سوسائٹی کے لئے مقام عبرت بنایا گیا ہے۔ تاکہ کوئی جسارت نہ کرسکے اور عورت و مرد کی عزت و ناموس کا تحفظ ہو جو کہ ان کا بنیادی حق ہے۔

5۔ حدود قوانین میں "نفاذ حد" سخت سزا دلوانے کیلئے ثبوت کا کڑا معیار مقرر کیا گیا ہے۔ اگر یہ معیار نہ ہوتا تو ناقدین ہی کہتے کہ سخت سزا کے لئے شہادت کا کڑا معیار ہونا چاہیے تھا۔ جبکہ حدود قوانین میں "تعزیر" کے تحت سزا کے لئے شہادت کا عام معیار ہی مقرر رہے۔

6۔ حدود قوانین کی روح پر غور کریں تو علم ہوگا کہ یہ سوسائٹی کو دہشت زدہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ انسان کے بنیادی حقوق، جان، مال اور عزت کی حفاظت کے لئے ہے۔

7۔ اسلام نے جب سزاؤں کا نظام متعارف کروایا تو اس کے پیچھے بربریت نہیں بلکہ معاشرے میں جرائم کو روکنا تھا تا کہ لوگ عبرت پکڑیں۔سخت سزاؤں کے خوف سے جرم کا قلع قمع کرنے میں مدد ملتی ہے۔

8۔ حدود کی سزاؤں کے بارے میں اگر تھوڑا سا شبہ پیدا ہو تو اس کے نفاذ کو ٹال دیا جاتا ہے۔

9۔ حدود قوانین میں عورت کو اتنا تحفظ حاصل ہے کہ اُسکے زنا بالجبر کے مقدمہ میں صرف اسکی گواہی، میڈیکل اور واقعاتی شہادتوں کی بنیاد پر ملزم کو سزا ہو جاتی ہے۔

10۔ لومیرج (Love Marrage) کے مقدمات میں لڑکی کے نکاح تسلیم کر لینے کے بیانات کی وجہ سے لڑکے کی ضمانت بھی ہو جاتی ہے اور پرچہ بھی خارج ہو جاتا ہے۔اسطرح عورت کو قانون میں اتنا تحفظ حاصل ہے کہ اسے ناقابل ضمانت میں بھی ضمانت دی جاتی ہے لہذا حدود قوانین کی وجہ سے عورتوں سے جیلوں کا بھرا ہونے کا تصور غلط ہے۔

11۔ اگر غیر مسلموں کو جرم زنا (نفاذ حدود) آرڈیننس سے استثناء دیا جائے تو غیر مسلموں کو شراب نوشی کی دی گئی استثناء کی طرح برے نتائج نکلیں گے۔اور قانون کی استثناء کے غلط استعمال سے معاشرے میں برائی کو فروغ مل رہا ہے۔

12۔ ہماری قوم اسلامی و معاشرتی طور پر زنا کو جرم سمجھتی ہے اگر قانون ملزمان کو سزا نہیں دے گا اور لوگوں کے جذبات کی تسکین نہ کرے گا تو لوگ قانون اپنے ہاتھ میں لیں گے اور غیرت کی بناء پر قتل کے جرائم میں اضافہ ہوگا۔عورتوں کو ورغلانا آسان ہوگا۔معاشرتی و خاندانی طور پر انکی ذاتی زندگی برباد ہو جائے گی۔کیونکہ ہمارا معاشرہ زانی مرد اور زانی عورت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا اور انہیں قبول نہیں کرتا۔

13۔ اسلام میں حدود کی شہادت کا معیار میسر نہ آئے مگر قدرے کم شہادت میسر آئے تو اسلامی ریاست کو تعزیر کے اصول کے تحت سزا کے تعین کرنے اور عدالتوں کو طے کردہ تعزیری سزا کے تحت ملزم کو سزا دیے جانے کی ممانعت نہ ہے۔

14۔ عورتوں کے مسائل حدود قوانین کی وجہ سے نہیں بلکہ غربت اور لاقانونیت کی وجہ سے ہیں۔

15۔ عورت کی بلوغت کی اوسط عمر کا تعین ایک تشریحی معاملہ ہے، جو حل ہو سکتا ہے اس پر عدالتی فیصلے بھی موجود ہیں۔

16۔ سال 1979 کے حدود آرڈیننس کو سال 1985 کی اسمبلی نے منظور کیا تھا۔

17۔ اعلیٰ عدالتیں حدود قوانین کے ضابطوں اور اطلاق کا جائزہ لیتی رہتی ہیں اور ان عدالتوں کی تشریحات سند کا درجہ رکھتی ہیں۔

18۔ ایف آئی آر کے اندراج سے قبل انکوائری کا کوئی قانونی نہیں ہے۔دراصل پولیس FIR کے اندراج کے بعد ہی تفتیش کی مجاز ہے اور اگر ثبوت میسر آئے تو گرفتار عمل میں لا سکتی ہے ورنہ نہیں۔مگر پولیس ایف آئی آر کے اندراج کے فوری بعد بلا ثبوت گرفتاری عمل میں لاتی ہے جو کہ خلاف قانون ہے جس کی وجہ سے قانون کے خلاف بدگمانی جنم لیتی ہے۔

19۔ حدود قوانین کے نفاذ سے پہلے سخت ضابطہ جاتی اصول تجویز کرنا بھی حدود قوانین کو غیر موثر کرنے کے مترادف ہے۔

20۔ ہر فرد کو وکیل جج اور گواہ بن کر سوچنا ہوگا کہ حدود قوانین پر تنقید کی آڑ میں اسلام کو بدنام تو نہیں کیا جا رہا؟ پھر یہ بھی کہ حدود قوانین کی تنسیخ کے بعد کونسا نظام بحال ہوگا؟ یقیناً وہ تعزیرات پاکستان والا نظام بحال ہوگا جس میں زنا بالرضا جرم نہ ہے۔ان قوانین کے نفاذ میں بہت ساری پیچیدگیاں، معاشرے، تھانیدار اور عدالتوں کے ضابطوں کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔دیکھنا یہ ہوگا کہ پروسیجر کے نقائص کو قوانین کے کھاتوں میں نہیں ڈالنا چاہیے اگر قانون میں کوئی ابہام ہے تو عدالتیں ان ابہام کو گاہے بگاہے دور کرتی رہتی ہیں اور آئندہ بھی عدالتیں ان ابہام کو دور کر سکتی ہیں۔☆☆☆☆

نوٹ: ادارہ کا مضمون نویس کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں، مزید برآں ادارہ کا یہ موقف ہے کہ ایسے حساس موضوعات کو عامۃ الناس اور میڈیا میں زیر بحث لانا مناسب نہیں البتہ اہل علم کی مجلس میں یہ اور اس جیسے دیگر موضوعات پر بحث کی گنجائش ہے۔

اسلام کا تصورِ قانون

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم ظفر

فقہ اسلامی کے تمام مکاتیب کے ہاں آغاز سے آج تک قانون کا تصور متفقہ رہا ہے۔ اس مسئلہ پر کسی قسم کا تضاد یا اختلاف رائے نہیں پایا جاتا۔ لہذا فقہ اسلامی کی رو سے قانون کی اصطلاح ایک دائمی آفاقی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں کسی قسم کا تغیر ممکن نہیں۔ فقہ اسلامی کے نظام اصطلاحات میں قانون کو ''حکم'' اور ''حکم شرعی'' کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''قانون وہ ضابطہ عمل ہے جو وحی الٰہی سے نمو پاتا ہے جو بعض امور کے کرنے یا نہ کرنے کی طلب یا ان میں اختیار و اباحت یا محض استقرار و اعلان پر مبنی ہوتا ہے''۔

''حکم'' قرآن کی صورت میں نازل شدہ وحی الٰہی کے الفاظ کو نہیں بلکہ اس قانونی ضابطے یا قانونی قدر کو کہتے ہیں جو الفاظ وحی سے ثابت ہوتی ہے۔ جس کی مسلم فقہا نے بڑی شرح و بسط کے ساتھ مندرجہ تحت الفاظ میں وضاحت کردی ہے۔

ان الحکم المصطلح مائبت بالخطاب لاھو. (التوضیح، صدر الشریعہ، ص ۳۶)

''حکم اپنے تکنیکی تناظر میں اس چیز کا نام ہے جو وحی سے ثابت ہوتی ہے۔ الفاظ وحی بذات خود حکم نہیں کہلاتے''۔

متعدد جید فقہا نے اسی نقطہ نظر کو بیان کیا ہے اگر صرف خدائی احکام کے متن کو ہی قانون کا درجہ حاصل ہوتا تو پھر تمام قانونی ضابطے اور فقہی اقدار جو سنت نبوی ﷺ اور اجماع قطعی سے مستنبط ہوتے ہیں کی قانونی حیثیت ختم ہو جاتی ہے لیکن اسلامی فقہ میں قانون کی واحد معیاری تعریف یہ ہے کہ وہ ضابطہ جو بلاواسطہ یا بالواسطہ وحی الٰہی سے نمو پاتا ہے اگرچہ اس کا تعلق انسانی اعمال و افعال سے ہو خواہ وہ اقتضاء و طلب کی صورت میں یا تخییر و اباحت کی صورت میں یا محض وضع و اعلان کی صورت میں ہو لیکن اس کا مآخذ اولاً قرآن ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کی واضح اور ظاہری صورت ہے ثانیاً سنت رسول ﷺ ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کی اصل تعبیر اور مراد معلوم کرنے کا مستند ترین ذریعہ ہے۔

قانون کے عناصر ترکیبی

فقہ اسلامی کی رو سے قانون چار عناصر کا مجموعہ ہے:

۱۔ حاکم (واضع قانون یا شارع) ۲۔ حکم (وہ قانونی ضابطہ یا قدر، جو وحی جلی یا خفی سے ماخوذ ہو)

۳۔محکوم یا محکوم فیہ (مقاصد قانون) ۴۔محکوم علیہ (مخاطبین قانون)

☆حاکم☆

اسلام میں شارع یعنی واضع قانون کی حیثیت صرف خدائے لم یزل اور اس کے پیارے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔ خدا کی حاکمیت حقیقی اور اصلی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی حاکمیت خدا کے نائب ہونے اور مظہر ہونے کے اعتبار سے نیابتی وتفویضی ہے۔ آپ ﷺ خدا کی طرف سے تشریعی اختیارات کے حامل ہونے کی بناء پر ابدالآباد تک انسانیت کے لئے مطاع مطلق ہیں۔ لہذا کسی بھی معاملے میں رسول اللہ ﷺ کے اوامر ونواہی دراصل خدا ہی کے اوامر ونواہی کہلاتے ہیں۔ قرآن نے اس حقیقت کو مندرجہ تحت الفاظ میں بیان کیا ہے:

وما اتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنہ فانتھوہ. (الحشر:۷)

''اور رسول پاک ﷺ جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے تمہیں روکیں رک جاؤ''۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما. (النساء:۶۵)

''(پس اے محبوب) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ اپنے تمام متنازعہ امور میں آپ کو اپنا حاکم نہ مان لیں اور پھر آپ کے صادر کردہ حکم پر ذرہ بھر تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے سامنے سرتسلیم خم کرلیں''۔

یہی وجہ ہے اطاعت رسول ﷺ کو اطاعت خداوندی کا درجہ حاصل ہے۔ رسول ﷺ کی اطاعت سے قطع نظر اطاعت خداوندی کا کوئی تصور ہی موجود نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ. (النساء:۸۰)

''جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم. (آل عمران:۳۱)

''(اے محبوب) آپ فرمادیجئے (انہیں کہ) اگر تم (واقعی) اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو (تب) اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا''۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے اس تصور کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ مندرجہ تحت الفاظ میں بیان کیا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر ونواہی اور اخبار و بیان میں حضور پاک ﷺ کو اپنے ہی مقام پر فائز فرمادیا ہے۔ لہذا ان امور میں سے کسی ایک میں بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے درمیان تفریق کرنا ہرگز جائز نہیں''۔

رسول اللہ ﷺ کے حاکم و شارع ہونے کی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فلسفہ بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ دو ہستیوں (خدا اور اس کے رسول ﷺ) کے لئے قرآن ضمیر واحد کیوں استعمال کرتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین. (۶۲)

''حالانکہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ ایمان والے ہیں''۔

''ہ'' کی ضمیر ایک ذات کو ظاہر کرتی ہے لیکن یہاں بیک وقت خدا اور اس کے رسول ﷺ دونوں کے لئے استعمال ہوئی ہے۔

☆ بمقام حدیبیہ بیعت رضوان کے موقع پر جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے حضور پاک ﷺ کے

دست اقدس پر بیعت کرتے ہوئے آپ کی غیر مشروط اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار و اعلان کیا تو قرآن نے اس واقعہ مندرجہ تحت الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدیھم. (الفتح:۱۰)

''(اے محبوب) بے شک جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں درحقیقت وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے''۔

قابل غور ہے کہ یہاں اطاعت رسول ﷺ کو عین اطاعت خدا اور رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کو عین اللہ کا ہاتھ قرار دیا جارہا ہے۔ یہی فلسفہ بذیل آیت مقدسہ میں بھی دہرایا گیا ہے۔

☆ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی.

''اور یہ (رسول ﷺ) اپنی خواہش نفس سے تو کچھ بولتا ہی نہیں ہاں مگر جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا ہے وہ وحی الٰہی ہوتا ہے جو اس کی طرف کی جاتی ہے''۔

یہاں فرمان رسول ﷺ کو عین حکم الٰہی قرار دیا جارہا ہے اس لئے کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات کے مابین کوئی فرق و امتیاز گوارا ہی نہیں کیا جاسکتا۔

☆ مزید برآں افعال رسول (ﷺ) کو بھی خدا اپنے افعال قرار دیتے ہوئے اپنی طرف منسوب کررہا ہے۔ ضمناً ارشاد ربانی ہے :وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی. (الانفال:۱۷)

''(اے محبوب) نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جو آپ نے پھینکی بلکہ وہ اللہ نے پھینکی ہے''۔

☆ مندرجہ تحت آیت درج بالا حقیقت کو مزید آشکار کرتی ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ. (الاحزاب:۵۷)

''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے محروم کردیتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی''۔

☆ حسب ذیل آیات قرآنیہ سے اس حقیقت کو مزید بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

☆ ذالک بانھم شاقوا للہ ورسولہ ومن یشاقق اللہ ورسولہ فان اللہ شدید العقاب. (الانفال:۱۳)

''یہ حکم اس لئے ہے کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے''۔

☆ ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین.

''بے شک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی وہ ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں گے''۔

☆ الم یعلمو انہ من یحادداللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدا فیھا. (التوبہ:۶۳)

''کیا وہ نہیں جانتے کہ جو کوئی مخالفت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تو اس کے لئے آتش جہنم ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا''۔

☆ قل الانفال للہ والرسول واطیعو اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین. (الانفال:۱)

''آپ فرمادیجئے غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ﷺ ہیں اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اگر تم مومن ہو''۔

☆ قل اطیعو اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین. (ال عمران:۳۲)

''آپ فرمادیجئے اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پھر اگر اطاعت سے منہ پھیرلیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو دوست نہیں رکھتا''

☆ یا ایھاالذین امنوا استجیبو اللہ والرسول اذا دعاکم لما یحییکم.

''اے ایمان والو لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول ﷺ کی پکار پر جب وہ تمہیں بلائے اس امر کی طرف جو تمہیں زندہ کرتا ہے''۔

یہاں بھی خدا اور اس کے رسول ﷺ کے لئے صیغہ واحد استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور رسول ﷺ کی پکار، اعلان، حکم اور امر ایک دوسرے سے مختلف نہ سمجھے جائیں بلکہ دونوں کو ایک ہی چیز تصور کیا جائے۔

☆ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول. (النساء:۵۹)

''پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات پر تنازعہ ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ (کے فرمان) کی طرف لوٹا دو''۔

☆ من یطع اللہ ورسولہ فقد فاذ فوزا عظیما. (الاحزاب:۷۱)

''اور جو شخص حکم مانتا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا پس وہی شخص عظیم کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے''۔

☆ ماکان لمومن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا. (الاحزاب:۳۶)

''نہ کسی مومن مرد کو یہ حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کسی معاملہ میں فیصلہ فرما دیں تو پھر انہیں اپنے اس معاملے میں کوئی اختیار ہو اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پس وہ صریح گمراہی میں گرفتار ہے''۔

مذکورہ آیات قرآنیہ اس حقیقت کی واضح غماز و عکاس ہیں کہ قانون سازی کا حق صرف خداوند قدوس اور اس کے رسول ﷺ کو حاصل ہے اور ان دونوں کے مابین کوئی فرق و امتیاز یا اختلاف و تناقض ہرگز نہیں۔ قانون سازی کا حق یقیناً ایک ہی حق ہے جو خداوند قدوس ہی کو حاصل ہے مگر اسے ہی اس کا رسول ﷺ سیاسی، آئینی اور تشریعی و قانونی تقاضوں کو نیابتی حیثیت سے بروئے کار لاتا ہے۔ اس اعتبار سے رسول اللہ ﷺ ہی پوری امت مسلمہ اور ہر اسلامی ریاست کے لئے مقتدر اعلیٰ کی حیثیت رکھتے ہیں اور تمام مسلمان حکمران آپ کے خلفاء ہیں جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے بیان کیا ہے:

انہ نیابتہ عن صاحب الشریعة فی حفظ الدین وسیاسة الدنیا. (مقدمہ ابن خلدون، ص۱۵۳)

''خلافت دراصل صاحب شریعت یعنی رسول اللہ ﷺ کی نیابت کا ایسا منصب ہے جس کا مقصد دین کا تحفظ اور امور دنیا کو احسن طریقے سے چلانا ہے''۔

موصوف مزید فرماتے ہیں: وما تسمیتہ خلیفة فالہ یخلف النبی ﷺ امتہ. (ایضاً)

''خلیفہ کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ امت میں حضور پاک ﷺ کا نائب ہوتا ہے''۔

☆حکم☆

حکم وہ قانونی ضابطہ یا قانونی قدر ہے جو وحی الٰہی سے بلاواسطہ یا بالواسطہ ماخوذ ہو۔ اکثر علماء کے نزدیک قرآن مجید میں پانچ سو آیات ایسی ہیں جو قانونی اقدار کے صریح بیان پر مشتمل ہیں۔ انہیں ''آیات احکام'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح کم و بیش تین ہزار احادیث نبوی اسی نوعیت کی ہیں جنہیں ''احادیث الاحکام'' کہا جاتا ہے یہ تعداد صریح احکام کی ہے۔ ورنہ مذکورہ بالا پانچ سو آیات کے علاوہ قرآن کریم میں دو ہزار آیات ایسی ہیں جو اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن کریم کی وہ آیات جو صریحاً یا کنایتاً اپنے اندر قانونی مواد رکھتی ہیں وہ اڑھائی ہزار کے قریب ہیں۔ احادیث رسول اکرم ﷺ کا معاملہ بھی ایسا

ہی ہے جن کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچتی ہے جو بلاواسطہ یا بالواسطہ اسلامی قانون کی تدوین کا مواد فراہم کرتی ہیں۔

تقسیم احکام

اسلامی فقہ کی رو سے حکم کی دو اقسام ہیں: ۱۔ حکم تکلیفی ۲۔ حکم وضعی

۱۔ **حکم تکلیفی:** حکم تکلیفی کی تعریف درج تحت ہے۔

الحکم تکلیفی هو ما اقتضیٰ طلب فعل من المکلف او کفه عن فعل اوتخییره. (فتاویٰ رضویہ، ج ا،ص:۱۷۳)

''حکم تکلیفی وہ ہوتا ہے جس میں کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے کی طلب یا اختیار و اباحت پائی جائے''۔

گویا طلب و اقتضا، اور تخییر و اباحت کی پہلی دو صورتیں حکم تکلیفی کی تعریف میں آتی ہیں اور استقرار و اعلان کی آخری صورت حکم وضعی کی تعریف ہیں:

(i) **طلب:** حکم تکلیفی کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے جاننا چاہئے کہ طلب دو طرح کی ہوتی ہے مثبت یا منفی۔ مثبت طلب سے مراد کسی کام کے لئے کئے جانے کا تقاضا ہے اسی کو امر بھی کہتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ادائے امانت، شرعی حقوق و فرائض اور اس قسم کے دیگر احکام اور اسی طرح امتناعی قوانین مثلاً قتل، زنا، شراب نوشی، چوری وغیرہ کی حرمت یہ تمام قوانین تکلیفی احکام کے زمرے میں آتے ہیں۔

(ii) **تخییر و اباحت:** وہ تمام قوانین جو انسان کو دو متبادل صورتوں میں سے کسی ایک اختیار کرنے کی اجازت دیتے ہیں تخیری کہلاتے ہیں۔ انہیں تخیری اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں انسان کو مکمل اختیار اور آزادی حاصل ہے۔

شدت طلب اور باحت کی بناء پر احکام تکلیفی کے گیارہ درجات ہیں

۱۔فرض	۲۔واجب	۳۔سنت موکدہ	۴۔سنت غیر موکدہ
۵۔مستحب	۶۔حرام	۷۔مکروہ تحریمی	۸۔اساعت
۹۔مکروہ تنزیہی	۱۰۔خلاف اولیٰ	۱۱۔جائز ومباح	

۲۔ **حکم وضعی:** حکم وضعی کی تعریف مندرجہ تحت ہے۔

الحکم الوضعی هو ما اقتضیٰ جعل شیء لشی او شرطا له او مانعا له. (الاحکام فی اصول الاحکام، ج:ا،ص:۱۸۱)

''حکم وضعی وہ حکم ہے جس میں کسی ایک کو دوسری چیز کے سبب شرط یا مانع کے طور پر بیان کیا جاتا ہے''۔

اس کی مزید وضاحت حسب ذیل الفاظ سے ہوتی ہے:

الحکم الوضعی خطاب الله المطلق یفعل المکلف بغیر اقتضا تخییر الذی وضعه الله لبیان تعلق شیء بشیء ای بسببه او بالشرطیه اوبالمانعیة. (شیخ علی متقی، ج:ا،ص:۹۳)

''حکم وضعی وہ حکم ہے جس میں کسی کرنے یا نہ کرنے کی نہ تو کوئی طلب پائی جاتی ہے اور نہ اختیار، اسے باری تعالیٰ دو چیزوں کے درمیان تعلق کو واضح کرنے کے لئے وضع فرماتا ہے خواہ وہ تعلق سبب کی نوعیت کا ہو یا شرط یا منع کی نوعیت کا''

فقہا نے شرعی و قانونی تعلق کو چار اقسام پر منحصر قرار دیا ہے:

۱۔ سبب ۲۔ شرط ۳۔ مانع ۴۔ رکن

مندرجہ تحت سے درج بالا کو بخوبی و بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

۱۔ چوری کے ارتکاب پر قطع ید کی سزا: (المائدۃ:۳۸)

چوری فی نفسہ فعل حرام ہے جس سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ حکم تکلیفی ہے مگر اس پر قطع ید کی سزا الحکم وضعی ہے کیونکہ سزا صرف اس وقت دی جاتی ہے جب چوری کے جرم کا ارتکاب ہوا ہو چونکہ چوری قطع ید کے حکم کا سبب ہے بنابریں یہ سزا حکم وضعی ہے۔

۲۔ زنا کے لئے رجم کی سزا: (النور:۲۰) (بخاری، الجامع الصحیح، ج:۱، ص:۱۰۰۸)

حرمت زنا فی نفسہ تکلیفی حکم ہے کیونکہ یہ ممنوع ہے لیکن رجم یا کوڑوں کی سزا کیونکہ ارتکاب جرم پر ہی دی جاتی ہے اور وضعی حکم ہے۔ لہذا بنیادی قوانین کی خلاف ورزی پر دی جانے والی تمام سزائیں حکم وضعی کے زمرے میں آئیں گی۔

(۳) نصاب شہادت:

قرآن کی رو سے جرم زنا حد کے لئے صرف اسی وقت ثابت ہوتا ہے جب اس پر چار گواہ موجود ہوں (النور:۱۳)

چونکہ اجراء حد کے لئے نصاب شہادت کی موجودگی ایک لازمی شرط ہے اس لئے یہ حکم وضعی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مطلوبہ شہادت کی عدم موجودگی میں حد کا حکم جاری نہیں ہوگا۔

۴۔ قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لامیراث القاتل. قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوسکتا۔

چونکہ اس قانون میں ''اقدام قتل'' کو استحقاق وراثت میں مانع قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ وضعی قانون ہے تکلیفی نہیں۔ (الاحکام فی اصول الاحکام، ج:۱، ص:۱۸۱)

۵۔ قرض فرضیت زکوٰۃ میں مانع

قرض فرضیت زکوٰۃ میں مانع ہے اس وجہ سے یہ ''وضعی قانون'' ہے کیونکہ قرض کی موجودگی میں کسی شخص کو صاحب نصاب تصور نہیں کیا جاسکتا۔

اسلامی فقہ احکام کو مزید درج تحت اقسام میں تقسیم کرتی ہے: ۱۔ عزیمت ۲۔ رخصت

۱۔ عزیمت: یہ معیاری، حقیقی اور صریح قانون ہے مثلاً حکم وضو۔

۲۔ رخصت: یہ رعایتی اور متبادل قانون ہے مثلاً تیمم

☆ **محکوم فیہ/محکوم بہ:** محکوم فیہ/محکوم بہ سے مراد وہ مقصد ہے جس کے لئے احکام نازل ہوتے ہیں۔

☆ **محکوم علیہ:** محکوم علیہ سے مراد مخاطبین ہیں جن کے لئے احکام نازل ہوتے ہیں۔ ☆☆☆☆☆